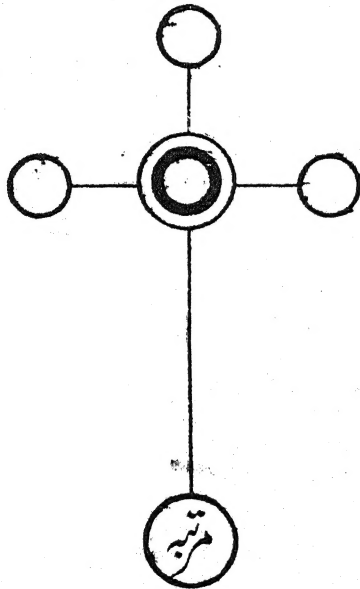


اردو زبان کے اچھے اشعار

بہ لحاظِ حرفِ تہجی



سید محمد عسکری باقری

MS. A. 11. 40.
388

نام مرتب :- سید محمد عسکری باقری
ڈپٹی کلکٹر (موظف)

باقری منزل 35-1-22 نورخاں بازار

حیدر آباد ۲۲-۱۷ پی ایٹیا

کتابت :- میرزا عادل نجی

مطبع :- اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدر آباد

تعداد :- (۵۰۰) سنہ اشاعت جنوری ۱۹۹۰ء

ملنے کے پتے

(۱) مکان مرتب :-

(۲) سلمان بک سنٹر دارالشفاء

حقوق بکری مرتب محفوظ ہے قیمت ۱۵ روپے

اب بھی داغِ رفتہ بہار ہے عرش پر
ان کے کھینچا ہے مرا تھکے داماں اپنا
آرزو سے چشمہ کوثر نہیں
ایک دن ہاتھ لگایا تھا تھے امن کو
ارض سما کہا تری وسعت کو پا کے
اقرار میں کہاں ہے انکار کی یہ خوبی
اک میں خار تھے آنکھوں میں سمجھی سوچے
ایک جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ ہے
ان گل خوں کی قابض ہے یوں ہو ہیں
آگے کوک کیا کوں دستِ طمع دراز
اٹھتے نہیں پلک سے تاہم تلک بھی آدیں
اتنی نہیں ہے دیدہ ورائی کہ غیر سے
ایک دم بھی نہ ملا ہم کو فساد
اگر کہیں تو کسی کو نہ اعتبار آئے

گو آسمان نے خاک میں ہم کو ملا دیا
کیا کروں گونہ کروں چاک گریبا اپنا
تشنہ لب ہوں شربت دیدار کا
اب تلک میرے خیالت سے گریبان کے بیچ
میرا ہی ل ہے کہ جہا تو سما کے
ہمنا ہے شوق غالب اسکی نہیں میر
بلبل خوش رہا اب تم گل نگار کے ساتھ
دہن کے چاک اور گریبان کے چاک میں
جس نگے چلکتی پھولوں کی ڈالیا ہیں
وہ ہاتھ سو گیا، سر ہا دھڑے دھڑے
پھرتی ہیں دنگا ہیں پلوں کے سائے
آنکھیں لڑائیے ہیں آنکھیں دکھائیے
اس دل بے قرار کے ہاتھوں غلام حسن
کہ ہم کو راہ میں اک آشنائے لوٹ لیا
تغیر کبر آبادی

آپی کیا ہے اپنے گریبا کو ہم نے چا	آپی سیا سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا	نظر اکبر آبادی
امند کے آنکھ سے اکبار بہہ چلے آنسو	منشی شہی میں جو ذکر و درایار آیا	خواجہ حسن
اک تو تھا آتش سوزاں بدنِ سرخ ترا	شعلہ بر شعلہ ہوا پیر بنِ سرخ ترا	خواجہ عیسیٰ آتش
ایک شب بلبل بیتاب کے چاگے نہ نصیب	پہلے گل میں کبھی خار نے سونے نہ دیا	" " "
امانت کی طرح رکھا زمینِ روزِ محشر تک	نہ اک سو کم ہوا اپنا نہ اک تار کفن بگڑا	" " "
آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اُٹھ بھی کھڑے ہوئے	میں جا ہی صوندِ معاشریٰ میں ہ گیا	" " "
اس ہلکا جاں سے آتش دیکھنے کیونکر بیٹھے	دل کو آئینہ نازک دل سے نازک خوئے دست	" " "
اس قدر اہل جہا کو ہے محبت زر کی	پیٹ میں مار سونے کا جو خنجر ہوتا	" " "
اے اہل ایک دن آخر تجھے آنا ہے دلے	آج آتی شبِ فرقت میں تو احسا ہوتا	امام بخش ناسخ
تو بگھیر کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے	مرے بھی چن نہ پایا تو کدھر جائیں گے	ذوق
اے شمع تیری عمر طبعی ہے ایک رات	رو کر گزار یا اسے ہنس کر گزار دے	"
آغند لیب مل کے کریں آہ و زاریاں	تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہا دل	رند بکھنوی
صدادی کہیں نا قوسِ دیر میں پھونکا	کچا کہاں تر عاشقی تجھے پکار آیا	رضا برق
اگر نقشِ پاکے سجدے کیا کیا کیا دلیل	میں کو چہ رقیب میں کبھی سر کے محل گیا	مومن خاموش
اللہ دی گری بہت و بت خانہ چھوڑ کر	مومن چلا ہے کعبہ کو اک پار سا کے ساتھ	" "
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے	کبھی دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی	" "

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
 اسیر کر کے ہمیں حکم دے گیا صیاد
 ازل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
 ان حسنیوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ
 اپنی جیبوں میں ساگر سازی ہشتیا
 اس لئے چپ ہیں کہ کوئی نہیں سننے والا
 اگر حد سے گزریں تو بیشک حرام
 اتر گئی سر بازار شیخ کی گہری
 اہل عشر دیکھ لوں قاتل کو تو پہچان لوں
 اگر کچھ روہیں انجم آسمان تیرا ہے یا میرا
 اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
 آمین جو انمرداں حق گوئی و بیباکی
 اے بادِ بیابانی مجھ کو بھی عنایت ہو
 آئینہ میں وہ دیکھ رہے تھے بہارِ حسن
 اتر آئے آئینہ میں چڑھتے تھے میرا منہ
 اک معصوم ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند تبا دیکھ
 نفس ہوتا نکالے نہ بال پر رکھنا
 اک جان کا زیاں ہے سوایا زیاں نہیں
 ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستا نادل کا
 اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت
 و نہ کہنے کو میرا لب گویا ہم ہیں غلام
 جو تھوڑی سی پی پی لی تو کیا ہو گیا
 گرہ میں دام نہ ہوں ادھار پی ہو گیا
 مجھ کو بھالی شکل تھی اور کچھ بھلا نام تھا
 مجھے فکر جمالیوں ہو جہاں تیرا ہو یا میرا
 جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
 اللہ کے شیروں کو آتی نہیں دباہی
 خاموشی دل سوزی مسرتی در عنایت
 آیا مرا خیال تو شراب کے رہ گئے
 دیکھا مجھے تو جھینپ گئے منہ چھپا لیا
 زندگی کا ہے کوئی خواب ہے دیوانے کا
 فانی بدایونی

ایسا نہ ہو یہ دردِ لازوال	ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوا نہ کر سکو	تبسم
انہیں دیکھا تو زاہدؔ کہا ایمان کی یہ ہے	کہ اب انسان کو سجدہ و اہونے کا وقت آیا	بشیر
آنکھوں میں ہے اک گورِ غریبانِ تمتا	ہر آنک میں اک شوق کی تربتِ نغرائی	آندازِ ان ظاہر
اونک پاش تجھے اپنی ملامت کی قسم	بات تو جب ہے کہ ہرزخم نکلاں ہو جا	شاہِ بیدم دارِ فنا
ادائے سن نے بخشی ہے طاقتِ پرواز	مجھے شوق میں اڑتا ہو بالِ دہر نے کہا	احمد میر کا گوری
آزادی کی دھویں ہیں شہر ہیں ترقی کے	ہر گام ہے پسپائی ہر وضع غلامانہ	صدیقِ مجتبیٰ
امید تو بند جاتی تسکین تو ہو جاتی	وعدہ نہ وفا کرتے وعدہ تو کیا ہوتا	جبراع حسن حسرت
اک عشق کا غم آفت اور اس پہ یہ آفت	یا غم نہ دیا ہوتا یا دل نہ دیا ہوتا	۔۔۔
انکھ تھارتیؔ اور سستی کا پیمانہ بھی	ایک تھلکتے سا غریبؔ بھی ہے مینا بھی	ساعرِ نظامی
اک بار مجھے عقل نے چاہا تھا بھلانا	سو بار جنوں نے تری تصویر دکھا دی	ماہرِ نقادری
اک لنشِ نگاہ میں اللہ یہ خلش	نشر کی نوک جیسے کلیجے میں ٹوٹ جا	عندِ نب
آنکھ میں آنسو لب پہ خموشی	دل کی بات اب راز کہاں سے	ماہرِ نقادری
ان لبوں کو تھا گستاخیوں کا حوصلہ	ہم نے مانا عمر بھر وہ ہم کو ترسا مانا	اختر شیرانی
انہیں کو غمیؔ فاکا تھا اشتیاقِ بہت	ابھی کو عرضِ وفا مانا گوارا گزری ہے	جواد علی عابد
اک فقط مظلوم کا نالہ رسا ہوتا نہیں	اے خاں دنیا میں تیری ریت کیا ہوتا نہیں	بالِ مکہ عرش
اک شہر میں اک آہیں خوش چشم سے ہم کو	کم کم کچھ سی نسبتِ پیمانہ وہی ہے	مخدوم محی الدین

ان کا آنا حشر سے کچھ کم نہ تھا	اور جب ملے قیامت ڈھا گئے	نثار احمد نثار
اے حریص میکہ خونِ زندگی نہ پی	تو شراب اگر پیے تجھ کو پارسا کہوں	نثار واعدی
اغیار کو گل پیر مہنی ہم نے عطا کی	اپنے لئے پھولوں کا کفن ہم بنایا
اک نیم تبسم سے ہوتا ہے چمن زندہ	یعنی نفیسی سیکھے غنچہ دہنی پہلے
اہلِ کمال کا ہے پتہ تیرگیِ غم	ڈھونڈو میں چراغِ اندھیر جو گھر ملے
آنا ز محبت اور لڑو ماتمٹھ نکلا جانا	جیسے فی الہر کا اچھل دھکا جاسر کا جانا
آگے جہینِ شوق تجھے اختیار ہے	یہ دیر ہے یہ کعبہ ہے یہ کوئے یار ہے	.. خمار
اے دوست آجھی جا کہ میں تصدیق کر گویا	سب کہہ رہے ہیں آج فضا خوشگوار ہے
ایک کوزہ میں سما جائیگا دریا کیونکر	کس طرح رکھے لفافہ میں تمنا بھینچو	ادا جعفری
اے دوست ہم نے ترکِ محبتِ باوجود	محسوس کی ہے تیری ضرورت کبھی کبھی	رضا ناصر
آئی تھی چند گام ہی بیوفا کے ساتھ	بھر غم بھر کو بھول گئی زندگی ہمیں	جاوید کمال
آنکھوں کا تو کام ہی ہے رونا	یہ گریہ بے سبب ہے پیارے
اے بادِ صبا ہم تو جب جانیں بہا آئی	سوسن میں ہو گویا نئی رنگس میں ہو بنیا	رشید کوثر

ب

بلند آواز سے گھڑیاں جھنپا رہی غافل
 بے وقایتی کچھ نہیں تقصیر
 مال و پر بھی گئے بہار کے ساتھ
 بنجوری میں ہم تو تیرا در سمجھ چھل گئے
 بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
 بے نیازی سے فریب بُتِ عیار نہ دے
 بتوں کو چاہے ہم تو عذاب ہی میں رہے
 بات بھی آپ کے آگے نہ زباں سے نکلی
 بُت کریں آرزو خدائی کی
 بندگی میں بھی وہ آزاد وہ خود ہیں ہم
 یک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
 بے عذر وہ کر لیتے ہیں عذریہ سمجھ کر
 بُت کو بُت اور خدا کو جو خدا کہتے ہیں
 بات کرنی تک نہیں آتی نہ تھی

کئی یہ بھی گھری تجھ عمر اور تو نہیں جیتا
 تجھ کو میری وفا تہی اس نہیں
 اب تو قہ نہیں رہائی کی
 اب خدا معلوم کعبہ تھا کہ وہ بیتخانہ تھا
 جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا
 ہم نہ مانیں گے خدا صورتِ انساں ہو گا
 شبِ فراق کئی روز انتظار آیا
 لیجئے آئے تھے ہم سوچ کے کیا کیا دلیں
 شان ہے تیری کبریائی کی
 اُلٹے پھر آئے در کعبہ اگر ورنہ ہوا
 کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی
 یہ اہلِ مروت ہیں تقاضہ نہ کریں گے
 ہم بھی کہیں کہ تجھے کچھ کیا کہتے ہیں
 یہ ہمارے سامنے کی بات ہے

محمد شاہ کراچی
 سید محمد میر اثر
 میر
 طالب جے پوری
 آتش
 رحیم الدین جہا
 وزیر علی صاحبزادی
 محمد علی صاحبزادی
 سید خاندان
 غالب
 شیفتہ
 داغ

برق نے اک طرزِ مینائی مریکھا تو کیا
 بلایا موت کو برسوں میں التجا کر کے
 بند کی آنکھیں تو پایا تھکواے پردہ نشین
 بات ساقی کی نہ ٹالی جائے گی
 پچھن ہی یہ کہتے ہیں انداز آپ کے
 بلا سے ہو پا مال سارا زمانہ
 باغیاں آگ دی جب آشیانے کو مگر
 باغ بہشت مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
 بے خطر کو درپڑا آتشِ خرو میں عشق
 بنم انبیاء میں ہر حید وہ بیگنا ہے
 برق کو ایر کے دان میں چھپا دیکھا ہے
 بھلا وہ خاطر آزرہ کی تسکین کیا جا
 بلا تقصیر مجھ سے کھنچ گئے یہ یا نہیں اچھا
 بری ہر شے نہ بد کی جگہ بدلنے سے
 بھون کے حال پوچھتے ہیں تاک تو بہنے دو
 بتوں کو دیکھ کے سب نے خدا کو پہچانا

سینکڑوں تپاں ہیں ایسی خاطرِ ناشاد میں
 خدا کے پاس چلا ہو خدا خدا کر کے
 وسعتِ حدِ نظر سے دور لیکن دل کے پاس
 کر کے توبہ توڑ ڈالی جائے گی
 جوابِ دل ہیں وہ ہمیں لبرِ نبائیں گے
 نہ آئے تمہیں یاؤں کھنا سمجھل کر
 جن پہ تکیہ تھا وہی تپے ہوا دینے لگے
 کارِ جہاد راز ہے اب مرا انتظار کر
 عقل ہے محو تماشا لبِ بامِ ابھی
 ہاتھ آستہ مرا پھر بھی دیا کر چھوڑا
 ہم نے اس شمع کو مجبورِ حیا دیکھا ہے
 جنہوں نے خود کمانی خود پرستی زندگی بھر کی
 عدو بے تکلف مل گئے یہ سادگی اچھی
 چین میں آگے بھی کانٹا گلاب نہ سکا
 جس سے بچنے چینی دل کی ایسی تسلی رہنے دو
 خدا کے گھر تو کوئی بندہ خدا نہ گیا

صبر علیٰ نسیم
 سچو درہم
 جلیل مانگیوری
 آفتابِ قمر
 اقبال لاہوری
 حشر مومانی
 وحید الدین سکیم
 خواجہ علی دشت
 آرزو بکنوی
 ایس بکاگیر

بس ایک سیہ دیوار یا رکھا کم سے
 بکھتی ہی نہیں اب کسی صورت سے مری پیا
 بہت حسین سہی صحبتیں گلوں کی مگر
 بڑی دولت دینا کا کسی پر نہیں ہوتا
 بہت قریب کہیں سکر رہا ہے کوئی
 بہت لطیف ہیں کیفیتیں محبت کی
 برقِ ناحق چمن میں ہے بدنام
 بخود ایسا کیا خود شبِ تنہائی تے
 ہلکی ہلکی نگہ نازِ خدا حیر کرے
 بہار آئی ہے بلبلِ دردِ دل کہتی ہے پھولوں
 بہار میں سہم آئیں کھل جائیں کلیاں
 جھلائی دل سے شامِ غربت ہر ایک نقشہ ہر ایک صورت
 لئے خوں آتی ہے صحرائے تمنا سے مجھے
 برق تھا اضطرابِ دل لیکن
 بادہ کشی حرام ہے یا زندگی حرام
 بے صحبتِ خسار اندھیرا ہی اندھیرا

اٹھائے سر سے مرے سایہ آسمان اپنا
 شاید مر اقصیٰ ہی میری تشنہ لپی ہے
 وہ زندگی ہے جو کانٹوں درمیان گزرے
 مگر دنیا ہے دنیا ہے کی ہر باں کرب تک
 رگ جنوں ہے رگ گل ہے یارِ گِ جان ہے
 وہ بواہوس ہے جو کرتا ہے حبِ دہن چاک
 آگ پھولوں نے خود لگائی ہے
 صبح شمع جلا دی تر سودائی نے
 حُسن میں عشق کے انداز خدا خیر کرے
 کہو تو میں بھی اپنا درِ دل تم بیاں کر لو
 جو ہو تم حُسن میں کبھی مسکرا دیں
 ہمارا اٹھو لیکن ایک فروغِ صبح وطن ہے بانی
 کھیلنا ہو دلِ دُعا کا سکار آج کی رات
 آرزوؤں کا باغِ حِل نہ سکا
 تصدیق کرو ہاں ہو غمِ روزگار سے
 گو جامِ دی ہے، دی ہی میخانہ دی ہے

بھولے تو نہ ہوں گے وہ تجلی کی حکایت
 بہر حالت بتوں کو پوچھتے ہیں
 بہت مشکل ہے دنیا کا ستورنا
 باغ رشک، تنہا روی پر و شوق
 بس ایک موج تبسم بس کہ فریبِ نشاط
 باغبان ہوش کہ برسم ہے مزاج گلشن
 بحرِ ترے کوئی موضوع گفتگو ہی نہیں
 بھٹک رہے ہندوؤں میں کاوانِ خیال
 بہار جب بھی چین میں دیئے جلاتی ہے
 بڑی امید لگائے ہوں شلم غم سے مگر

بڑی امید لگائے ہوں شلم غم سے مگر
 بدلتے ہیں شکستِ ظفر نیک ہاتھ میں

وہ تذکرہ داغِ جگر یاد تو ہوگا
 بہر صورت بہار ابھی خدا ہے
 تری زلفوں کا بیج و خم نہیں ہے
 ہم سحر کوئی نہیں دوری منزلی کے سوا
 خزاں نصیب بہار کی زندگی کیا
 ہر کلی ہاتھ میں تلوار لئے پھرتی ہے
 عجیب حال ہے ترکِ تعلقات کے بعد
 بس اب خدا کیلئے کاٹیں ستوار وہی
 ہجوم گل سے مجھے تیری آنخ آتی ہے
 جو شام غم بھی بسر ہو گئی تو کیا ہوگا
 ہزار ادبکھنوی

جو شام غم بھی بسر ہو گئی تو کیا ہوگا
 اکھی ہاتھ کٹ کر جا کر ہاتھ ایک ہاتھ میں

پ

پگڑی اپنی سنبھالے گا سیر
 پایا ہے مرے دل نے محبت کے صلہ میں
 پیپتا بوتا بوتا حال ہمارا جائے ہے
 پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
 پھول تو دودن بہار جانفزا دکھلا
 پاس میں کفر میں رہا ملحوظ
 پکڑے جا ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
 پناہ تھا دام سخت فریب آشیانے کے
 پلاوے اوکے ساتی جو منہ سے نفرت ہے
 پھر کسی کام کا باقی نہیں رہتا انسان
 پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش عقل
 پہنچی یہاں بھی شیخ ویرمن کی گفتگو
 پروانے اپنی آگ میں جل کر ہوئے تمام
 پیر ابن خوشی وضع سے آتی ہے لپٹ سی

اور بستی نہیں یہ ولی ہے
 زخموں سے مہکتا ہوا گلزارِ تمنا
 جانے جاگل ہی جا بیاغ تو سدا جائے
 اس شوقی میں عزتِ سات بھی گئی
 حسرت ان غنچوں پہ جو بن کھلے مرجھا گئے
 بت کو پوچھا خدا خدا کر کے
 آدمی کوئی ہمارا دم تھریر بھی تھا
 اٹنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے
 پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے
 نسخ تو یہ ہے کہ محبت بھی بلا ہوتی ہے
 عشق گر مصلحت اندیش ہو تو خام بھی
 اب میکہ بھی سیر کے قابل نہیں رہا
 اب کوئی بارِ خاطر محفل نہیں رہا
 ملبوس سے خوشبوئے بند کھیل رہی ہے
 فراق گور کھری رہی

میر

"

"

"

ذوق

سید محمد فاروق لکھنوی

غائب

"

"

اکبر الہ آبادی

اقبال لاہور

اقبال احمد سہیل

ایں نگاہِ خلیفہ کا

فراق گور کھری

بائے صنم اور جبینِ حرم نواز
 تو چھنے والے بھری ازم میں قاتل کو نہ پوچھ
 پھر بلا بھیجا ہے بھولوں کے گستاخوں سے
 پھر مردگی لگا پہنسی جب کوئی کلا
 پیو کہ مفت لگا دی ہے خونِ دل کی کشید
 پھر نکلا ہے دیوانہ کوئی پھونک کے گھر کو
 پی لیا کرتے ہیں جینے کا تمنا میں کبھی
 پھر وہی اختر شماری کا نظام
 پھیلے ہوئے شیثوں سے دل کتنے بنا ہیں
 پستی زمین سے ہے رفعت فلک سے قائم
 پھیلا فضا میں نغمہ زنجیرِ مرجب
 پھر لیٹ کر نگاہ نہ آئی

ت

جن شاعروں کے نام کے نیچے لکیر لگائی گئی ہے ان کے وہ اشعار
اور بھی زیادہ اچھے ہیں ویسے یہ تمام اشعار خود منتخب ہیں۔

خواجہ میر درد	جس لئے آئے تھے سوہم کر چلے	تہمتیں چننا اپنے ذمے دھو چلے
میر	بگاڑا تجھے خوبصورت بنا کر	تناسب پر اعضا کی اتنا تختہ
انشاء	گردن پہری اس بتِ مخمور کی گردن	تب عالمِ مستی کا مزہ ہے کہ پُری ہو
ظفر	ہم نے تمہارا دین سب کچھ بھلا دیا	تم نے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمیں
غالب	اس میں کچھ شائبہ خوبی نقدیر بھی تھا	تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا ٹکڑہ
غالب	جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا	تم مرے پاس ہوتے ہو گو یا
امیر تقسیم لکھنؤ	اٹھا لیتا ہوں اپنا دل سمجھ کر	ترپتی دیکھتا ہوں جب کوئی شے
غالب	ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے	تم کو آتا ہے پیار پر غصہ
غالب	دو قدم کو چہ رسوائی ہے	تھک کے بیٹھوں تو یہ کہتا ہے جنوں
۔	سو سوالوں سے یہ ایک سوال اچھا	تجھ سے مانگوں میں تمہی کو کہ کبھی کبھی مل جائے
حالی	برقع ہے اور ذوقِ گنہ یا سزا کے بعد	تو عزیرِ جرمِ عشق ہے بے صرفہ محنت

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں
 توبہ سے بہاری بوتل اچھی
 تمنائیں بہت ہیں وقت کم ہے
 تم آؤ مرگِ شادی نہ آؤ مرگِ ناکامی
 نور اور وہ شوق کا منزل نہ کر قبول
 تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
 تیرے آزاد بندو کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
 تحلیل ہو رہی ہے مری نور ہر نفس
 تارِ نشین کھیل سہی صیاد مگر اتنا سُل
 نہ بھولوں کہ آگے ہمت شرح و بیار کھدی
 تو وہ قاتل ہے کہ ہر وار ترارِ رحمت ہے
 تمہیں بھی خبر ہے جو تم کہہ گئے ہو
 تجاہلِ تغافل، تیرے ستم، تکلم
 تم ہی نہیں ہو کچھ اے زرد پتیو برباد
 ترادھال بڑی چیر ہے مگر اے دوست
 تونہ چاہے تو تجھے پاک بھی ناکام رہیں

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں
 جب ٹوٹی ہے جام ہو گئی ہے
 کسے دیکھوں نگاہِ واپس سے
 نظر میں اب عدم کو بھی ہے اور یو بھی
 لیلیٰ بھی ہمنشیں ہو تو محل نہ کر قبول
 مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
 یہاں مرنے کی پابندی یا جینے کی پابندی
 تعمیر کائنات میں کام آ رہا ہوں میں
 جب عشق کی دنیا لٹی ہے تب کائنات ہوتا
 زبان بے لنگر کھدنگاہ بے زبان کھدی
 میں زخمی ہو کہ ہر زخم ہے اک تازہ علاج
 خود اپنی اداؤں سے سحر ہو کر
 یہاں تک تو پہنچے وہ مجبور ہو کر
 فریب خوردہ رنگِ بہار ہم بھی ہیں
 وصال کو مری دنیا آرزو نہ بنا
 تو جو چاہے تو غم بھر بھی آساں ہو جا

شادِ عظیم آبادی
 ریاضِ حیر آبادی
 سراجِ لہریں سال
 اقبال

سیما بکری آبادی
 اقبال احمد سہیل
 اصغر گوندوی

جگر مراد آبادی
 خوش ملیح آبادی
 فراق گورکھپوری

کے کرم کے معاملہ کو تم سے کرم ہی یہ چھوڑا
 تری برق تلخی کے چلن ہم سے کوئی پوچھے
 تم جو چاہو تو مرے درد کا درماں ہو جاؤ
 تیرے بغیر تلخی کام و دہن حرام
 تری طفر سے یاد توں فریب و قاف
 تم توہیں کو کہتے تھے تم کو یہ کیا ہوا
 تشنگانِ ذوق! اس صحرائے مہجی الگ
 تیرے نغموں سے لگ لگ ہیں تر تم پیدا
 تمناؤں کو زندہ آرزوؤں کو جواں کر لوں
 تم افسانہ قیس کیا پوچھتے ہو
 تخلیقِ کائنات کے دلچسپ جرم پر
 تم جفا پر بھی تو نہیں قائم
 تری نظر گدلوں کے چراغ جل اٹھے
 یوں کی خبر کہا جو ہو پرہ درہ نظر کہاں
 تمہیں رہا سر جھنپا پڑ گیا ہے
 تکیں دل غموں پہی رہی سوئی گئی فراموشی گئی

ی مروتاں رکھ دے مری فنا کا حساب کر دے
 چمکتی ہے تمہیں لیکن کہیں معلوم ہوتی ہے
 درنہ مشکل ہے مشکل مری آساں ہو جائے
 دردِ جگر ہے لذتِ دردِ جگر نہیں
 دل حزین مگر اب بدگمان ہے مجھ سے
 دیکھو کنول کے پھولوں سے شبنم چھلک نہ جا
 پاؤں روتو الٹا ہے سمندر سامنے
 عشرتِ روح ہے ظالم تری آواز نہیں
 یہ شرمیلی نظر کب سے تو کچھ گستاخیاں کر لوں
 ادھر آؤ ہم تم کو لیلیٰ بنا دیں
 ہنسا تو ہو گا آپ ہی نیراں کبھی کبھی
 ہم وفا عمر کبیر کریں کیونکر
 انہیں چراغوں سے دنیا نے روشنی پائی
 ہیں ہزارا نظر گستاخاں نہیں ایک محرمِ رنگ و بو
 ہماری بیکسی کی انتہا ہے
 اس سوئی گم کو کیا کہئے پہلا بھی ترپا بھی گئے
 حجاز

حقیقۃً جالندھری
 منظرِ خیر آبادی
 شاہ سید مرثی
 ڈاکٹر محمد بن ماسٹر
 غنیمت شادانی

عبدالمجید عظیم آبادی

واقف بریلوی
 شاد غازی

تری زلفوں کو کیا سلجھاؤں اے دست	مری اہلوں میں بیچ و خم نہیں ہیں	میں اکرا با دیا
لنگ و تازہ پیہم ہے میراثِ آدم	مرے منظر کچھ جہاں اور بھی ہیں	ساحبِ صوفی
تسلیم ہے سعادتِ ہوش و خرد مگر	جنے کے واسطے دلِ نادان بھی چاہئے	”
تیری منزل پہ پہنچا کوئی آسمان نہ تھا	سرِ عقل سے گزرے تو یہاں تک پہنچے	حفظِ شہزاد
تجربہ ہے کہ دشمنی اکثر	دوستی کے لہو سے ملتی ہے	احسان
تمام وسعتِ کونین کو ڈبو دیں گے	چھلکے جو کہیں اس نظر کے پیمانے	اقبال صوفی
تیرے قریب سے گزرا ہوا اس طرح کہ مجھے	خبر بھی ہو نہ کی میں کہاں گزرا ہوں	جگن ناتھ آزاد
تو نے وہ سوز دیا ہے کہ اہلی تو بہ	زندگی آگ کے شعلے میں لبر ہوئی ہے	نثار اداوی
ترا کا سیرِ عالم ہے نہ لگستاں میں ہے ٹھہرنا	یہ کلی کلی کے قریب میں کہاں ہے بادِ سحر پری	نثار واحدی
تمہاری رخی نے لاج رکھ لی بادِ خانہ کی	تم آنکھوں پر لادیتے تو میخانے کہا جاتے	قیل شفائی
تصویر بنا ہوں تصویر نہیں بنتی	اک خواب دیکھا ہے تعبیر نہیں بنتی	خامد باد بکوی
تایخ کائنات عبارتِ جنوں سے ہے	عنوانِ عقل و ہوش، دیوانگی کی بات	پیام فتحپوری
تیری دنیا کیلئے ہوش و خرد ہیں درکار	ہم مگر ہوش و خرد ہی خفا رہتے ہیں	شیو پراجا وید
تمہیں پتا نہیں سکتا مگر اتنا بھی کیا کم ہے	کہ کچھ جس خواہو میں کہرجی لیا میں نے	ساحر لدھیانوی
نصرتِ عصمتِ کونین اس مخدوبِ الفت پر	جو ان کا غم چھپاؤ اور خود بدنام ہو جاؤ	صفر خاشتری
تری نگاہ سے آخر عطا ہوئی دل کو	وہ اک خلش کہ غم دو جہاں سے ملتی ہے	سیف الدین سیف

تیری زلفوں کو چھیرتی تھی صبا
 تیری قرآن کی باتیں کسمپرسی بھولیں گی
 ترک الفت کو زمانہ ہوا لیکن اے دوست
 تنہیزِ خار و گلِ دستورِ گلچیں
 خود پریشان ہو گئی ہو گئی
 منے سے انہیں راتوں میں عمر بھر کے مجھے
 دل میں یادوں کے چراغ اب بھی جلا کرتے ہیں
 نگاہِ باغیاں میں خار بھی ہے
 تو قلب میں آتا ہے کسمپرسی نہیں آتا
 میں جا گیا اب تیری پہچان یہ ہے

ط

کھانی تھی جی میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم | پر کہا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم
 لوٹے ہو خواہوں نے ہم کو یہ سکھایا ہے | دل نے جسے پایا تھا آنکھوں نے گنوا یا ہے
 ٹیکے جو اشک و لوٹے نہ آداب ہو گئے | کتنے عجیب عشق کے آداب ہو گئے
 مومن شکیندر طا مشہدی

ج

جان تجھ پر کچھ اعتماد نہیں
 جبکہ ایسا ہو گندی معشوق
 جوش جنوں کے ماتھے سے فصل بہار میں
 جگر کی آگ بجھے جس سے جلد دہشتے لا
 جز غم و درد و یاس و رنج و تعب
 جانا ہے سوئے وادی غربت حال زار
 جنوں پسند مجھے چھاؤں، ببولوں کی
 جاتے ہوئے کہتے ہو قیا کو ملیں گے
 جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی صفت رات
 جو چپ ہو تو جنوں دل میں جوش کھاتا ہے
 جی چاہتا ہے صفت صانع یہ ہوں نشا
 جذبہ عشق سلا ہے تو انشاء اللہ
 جان دینے کے سوا اور کبھی تدبیر کروں
 جہاں تک ہو سیر کی زندگی غالی خیالوں میں

زندگانی کا کیا بھر و سہ ہے
 نت گنہگار کیوں نہ ہو آدم
 گل سے بھی ہو سکی نہ گریبا کی احتیاط
 لگا کے برف میں ساقی صراحی سے لا
 ہم نے دنیا میں آکے کیا پایا
 اہل وطن معاف ہو میرا کہا سنا
 عجب بہار ان زرد و زرد پھولوں کی
 کیا خوب قیا کا ہے گویا کوئی دن اور
 بیٹھے ہیں تصور جاناں کے ہوئے
 نغاں کروں تو گریبا دیا دیتا ہے
 بت کو بٹھا کے سنا یاد خدا کروں
 کچھ دھامیں چلے آئینے سرکار بندھے
 ورنہ یہ بات تو ہم اس سے سوا کہتے ہیں
 بنا دیتا ہے کمال بیٹھا صفا کمالوں میں

سراج الدین آزاد

نجم الدین آبرو

خواجہ میر درد

انت

ظفر

نواب علی خان

ناسخ

غالب

انت

پند دیا کریم

امانت بکھنوی

داع

میر محمد حلاج

شاہ عظیم آبادی

جام مٹے تو شکن تو بہ مری جام شکن	سامنے ڈھیر میں ٹوٹے ہوئے سیمانوں کے	رہیں تیرا باد
جی اٹھے شتر میں پھر جی گئے گزند والے	یاں بھی پیدا ہوئے پھر آپ پہ مردالے	” ”
جس دن سے حرام ہو گئی ہے	سے خلد مقام ہو گئی ہے	” ”
جب میں چلوں تو سایہ کبھی اپنا نہ ساتھ	جب تم چلو زمین چلے آسمان چلے	جلیل مانگیوری
جو میں سر بسجود ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی ہوا	ترادل تو ہے آشتا تجھے کیا ملیگا مازیا	اقبال
میں کھیت سے دہقا کو میسر نہ ہو روزی	اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو	” ”
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں	نیزو کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں جاتا	” ”
جب عشق سکھانا آداب خود آگاہی	کھلتے ہیں غلاموں پر انداز شہنشاہی	” ”
جہاں ہلایاں رت خوشید جیتے ہیں	ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے	” ”
جنت میں خاک بادہ پرتوں کا جی لگے	نقشے نظر میں صحبت پیرنیاں کے ہیں	حکیمت
جینا بھی آگیا مجھے مرنا بھی آگیا	پہچانے لگا ہوا تمہاری نظر کو میں	صغر گوڈوی
جوشِ شباب نشہ صبا، ہجومِ شوق	تعبیر یوں بھی کرتے ہیں فصلِ بہار کو	” ”
جو سر پہ تاج سکندر بھی ہو تو دنیا میں	بشر کو چاہے ہرگز نہ سراٹھا کے چلے	تلکوک چند محروم
جھوٹی ہے ہر ایک مسرت	روح اگر تسکین نہ پائے	جگر مراد آبادی
جاسی نشے کی مجھے عشق میں کچھ قدر نہیں	زندگی جیسے کہیں میں بڑی پائی ہے	سراج لکھنوی
جس پر دگی نیچی نگاہیں باتیں نرمی	مخاطب کون کر سکتا ہے تم کو لفظِ قاتل	جوش ملیح آبادی

جو زندگی کیلئے زہر بھی، امرت بھی

کسی بہانے لبِ جو نکل ہی آتے ہیں
کچھ ایسی ہی ہماری زندگی ہے
میرا خیال ہے کہ انسان بن گئے
کس چیز یہ انساں سب اوستا کرینگے
خود اپنی مشکلوں کو بڑھا لگا ہوں میں
جو دے گئے غش کو چاہتے آئے ہیں
خروجِ زندگی کو آہ کتنا مختصر جانا
جھوٹوں میں ہو تو ہونکتہ مکانوں میں نہیں
ایسی شکستہ کشتی بر ساحل کی تما کوں
جو انکوں نے بھر کا لی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کوں
انہیں ہمارے ملاطم سے آگ ہی کیا ہے
انہیں پسند انہیں ناپسند کیا کرتے
زندگی کا بڑی مشکل سے یقین ہوتا ہے
خود سری سر جب کا کے چلتی ہے
لگے وہ جو کہیں پاس تو پھر کیا ہو گا
رے ریاض وہ تلخی حیات ملی

سے تیلخنی حیات ملی

داکتر محمد دین
 غنی کبیر الدی
 محمد محمد علی
 " "
 خوشتر کند ای
 نروتن لال
 بهار
 دروش صدیقی
 احسن خدی
 " "
 " "
 " "
 " "
 احمد سرور
 بن احمد فیض
 حبیب احمد صدیقی
 مان دانش
 عزیز کهنوی
 حسن احسان

چ

چھڑمت باد بہاری کہ میں چونکت گل
چلتے ہو تو جن کو چلے سنتے ہیں کہ بیمار
چشم بد و رنجیب خوش قد و قامت ہو
چمن کے دور رہا اس قدر نفس میرا
چاکِ نفس کے دیکھ رہا ہوں رخِ چمن
چند تصویرِ تباں چند حسینوں کے خطوط
چھوڑوں گا میں نہ اس بتِ کافر کا پوجنا
چمک جگنو کی برق بے اماں معلوم ہوتی ہے
چمن آسکا کہا دل کو خدا ہی جانے
چٹکی جو کلی کوئی کوئی الفت کہانی ختم ہو
چمک نہ اچھی گیتی کے درو کی نہیں کچی
چراغِ داغ کے دن سے جلا بیٹھا ہوں
چاند تاروں کا کیا پوچھوں دن میرے چہرے
چھپا ہوں غم عشق اپنی رگ رگ میں

چھار کے کپڑے اچھی گھر سے نکل جاؤں گا
چاہے میں بھول بیٹھوں کم آباد و باران
اچھا فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہو
کہ سوچتی اڑ کے نہ مجھ تک گلِ چمن کی بو
صیاد سے نہیں ہوں بال و پر مجھے
بود مرنے کے مرے گھر سے یہ سماں نکلا
چھوڑ نہ خلق کو مجھے کافر کہے بنیہ
نفس میں رہے کہ قدر آئیاں معلوم ہوتی ہے
دشت سے کبھی ہی دشت ہے جو تھی گھر سے مجھے
کیا کہنے کہا کیا کہنے سنا یہ یا زانہ کیا جانے
ستار مسکراتے کیوں ہیں یہ سماں ہو کر
سنا ہے جو شبِ فرقت سیاہ ہوتی ہے
وہ تو پکار خود میں بھٹکا دیرے دیرے چہرے
یہ چاک ہے مرنے ان کا آئینہ تک ہے
نشر کا پوری

چٹک ہی ہے کسی یاد کی کلاں میں
 چپ ہو گئے یوں اسیر جیسے
 چن پہ غارت گلیں سے جانے کیا گزری
 چھلکتے نہ دیکھی جو سا غریب صہبا
 چن کو روند گئے قافلے بہاروں کے
 چاہے تن میں سب جل جائے
 چاہا تھا ٹھوکروں میں گزر جائے زندگی
 چن لٹا ہے خود اہل چن کی سازش سے
 چراغ طور جلادیر اندھیرا ہے
 چن میں کھل گئیں زر گس کی آنکھیں

نظریں نقص بہاراں کے صبح و شام لئے
 جھگڑے تھے تمام بال و پر کے
 نفس سے آج صبا بے قرار گزری ہے
 سنا آج ساقی کو ہم یاد آئے
 گلوں کا ذکر ہی کیا خارجی نہیں باقی
 سوزِ دروں پر آنچ نہ آئے
 لوگوں نے نگاہ سمجھ کر ہٹا دیا
 کلی کلی ہے مگر محو خواب سی پھر بھی
 ذرا نقاب ہٹاؤ بُرا اندھیرا ہے
 بیانِ خواب میں جھنکار بھی ہے
 مخدوم محی الدین
 فضل باقی صدیقی
 فیض احمد فیض
 ہزار لکھنوی
 قتیل شفائی
 حفیظ میرٹھی
 سالک لکھنوی
 احسن کلیم
 ساغر صدیقی
 ضیاء الدین

خ

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو
 خدا دشمنوں کو نہ وہ کچھ دکھائے
 خواب ہم سے چونکہ تھے ہم تیرے واسطے
 حال لب آفت جاتھا مجھے معلوم نہ تھا
 خنجر نہ کمر میں نہ وہ تلوار رکھے ہیں
 خم کے خم تو لٹھکائیوں ساتی
 خدا سر و سودا دتری زلف پریشان کا
 خوشی سے اپنی رسوائی گوارا نہیں سکتا
 خاروں سے پوچھے نہ کسی گل سے پوچھے
 خوشامد دل بیتاب اس تصویر کی کنگ
 خوشنوائی نے کیا ہم کو اسیرا صیاد
 خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
 خرد کا نام جنوں پر لگیا جنوں کا خرد
 خود عشق کی گستاخی سب تھک سکھائی

یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے
 جو کچھ دوست سے اپنے ہم دیکھتے ہیں
 آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے
 دام دانے میں نہا تھا مجھے معلوم نہ تھا
 آنکھوں میں چاہے جیسے مار رکھے ہیں
 اور یوں ترسیں ایک جام کو ہم
 جو آنکھیں مورتی نظر ہو ایسے شہنشاں کا
 گویا بھارتا، تنگ جب دیوانہ ہوتا ہے
 صد چہن کے لئے کا بلبل سے پوچھے
 یہ بولا چاہتی امیر نہ بولی نہ بولے گی
 ہم سے اچھے ہے صد میں اتنے دے
 خدا بند سے خود پوچھے تا تیری خاک کیا ہے
 جو چاہے آپ کا حسن کر شہ ساز کرے
 اے حسن حیا پروردی بھی شرار بھی

شمس الدین

جانجانا منظم

رفیع سودا

خواجہ میر درد

بقاء اللہ بقا

محمد ان نثار

انشا

آتش

..

انیس

امیر مینائی

داغ

اقبال

عشرت مولائی

..

دل عشاق کیوں نہ ہو روشن
 دو بخ مجھے قبول ہے لے شکر و نیک
 دامن داغ تیغ جو دھویا تو کیا ہوا
 دل کے ٹکڑوں کو نعل پیچ لے پھرتا ہوں
 دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہیں
 دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے
 دل نے ہم کو مثال آئینہ
 دل کے دل ہی میں رہ گئے ارماں
 دیکھنا زلف و رخسار تمہیں ہر وقت
 دل کہیں دیدہ نہیں جی کہیں جان کہیں
 دور میں اس کی مت آنکھوں کے
 و خیر رز سے رات صحبت تھی
 دوستوں سے قدر صدمہ اٹھا جان بے
 دریا صحن ابر بھی دو ہاتھ بڑھ گیا

جب خیال صنم چسراغ ہوا
 لیکن نہیں داغ سوال و جواب کا
 عالم کے دل سے داغ مسایا نہ جائیگا
 کچھ علاج ان کا بھی آئینہ کران ہے کہ نہیں
 کہیں فنجہ کوئی کھلا ہو گا خواجہ میر درد
 یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا میر
 ایک عالم کا روشناس کیا
 کم رہا موسم شباب بہت
 شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو
 گردشِ چرخ میں ہر ایک ہے آواز سا محمد انشا
 عجب بھی شراب خوار ہوا غلام علی راسخ
 شیخ جی کا مگر وضو نہ گیا یاسمن
 دل دشمن کی عدو کا گلجا تا رہا آتش
 ہلڑی اس نشہ میں جب اٹھا کے ہاتھ ناسخ

دل و نگاہی

سودا

”

”

خواجہ میر درد

میر

”

”

محمد انشا

غلام علی راسخ

یاسمن

آتش

ناسخ

دلوانوں کے کہہ کر کہ چلی یاد بہاری	کیا اب کی برس چاک گے یہاں نہ کینگے	رند لکھنوی
دکھایا کچھ نفس مجھ کو آب و دانہ نے	وگر نہ دام کہا میں کہاں کہاں چھا	" "
دے مجھ کو شکایت کی اجازت ستمگر	کچھ مجھ کو مزاجی مے آزار میں آئے	غالب
دل تھامتا کہ چشم پہ کرتا تری نگاہ	ساغر کو دیکھتا کہ میں شیشہ سنبھالتا	حکیم تہار اللہ خاں
دست جنوں کے جائے صد کہ چین سے	پھیلا پاؤں ہم نے گریباں چاک میں	فراق مومن
دیکھتے کرتی ہے سرو ازنا نہ کیا کیا	مجھ کو یہ چاہ مری تجھ کو یہ صورت تیری	داغ
درو دیوار پر حسرت سے نظر کرتے ہیں	خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں	داعی شاہ اختر
دیکھا کئے وہ مست نکاہوں سے بار بار	جب تک شراب آئے کی دور ہو گئے	علی محمد عظیم آبادی
دل راجس پہلے کوئی ایسا نہ ملا	سیتے بندے اللہ کا بندہ نہ ملا	اکبر الہ آبادی
درد سے آشنا نہ ہو جب تک	آدمی کام کا نہیں ہوتا	عزیز الدین احمد بنجو
دل چنے کی ادا خاص ہو ا کرتی ہے	دیکھ لیتے ہیں ہر ذریعہ نظر سے پہلے	جلیل ملکپوری
دل اس طرح ہو محبت میں جل گیا	بھری گھنٹیں آگن اٹھا دھواں کہیں	علی عظیم طہا لہا
دل خوش ہو جو آپ ہو مائل ستم	یعنی میں التفات کے قابل تو ہو گیا	حسرت موہانی
دل کچھ اس ڈھب سے لیا اس کہ کوئی	حال سے اپنے خبردار نہ ہونے پایا	" "
دیکھتے شوق شہادت میں جھکی ہے گردن	آپ اس وقت ذرا پاس ہمارا نہ کریں	" "
دو دن کی زندگی میں قویٰ نے دیا جواب	انہوں کام کے نہ ملے ہم سفر مجھے	علی نقی صوفی لکھنوی

دل میں انسان اگر بیوقوف کھلتی ہے
 دل ہر ادا درد تھا وہ ابتدا عشق تھی
 دنیا ہے خواب حاصل دنیا خیال ہے
 دوستی کیا نبھائیں گے جن سے
 دل پر یاد کی خاک آج بھی دوش صبا پر ہے
 دو تہ بند ہواؤں پر بنیاد، طوفان کی
 دوست نے دل کو نور کے نقش و فاسدیا
 دور حیاتے کا قاتل قضا کے بعد
 درد رکھا سجدہ شام و صبح میرے لئے
 داستان اُکلی داؤں کی بگڑ گئیں لیکن
 دوزخ بھی ایک جلوہ فردوسِ حسن ہے
 دکھائی کیوں نہ شعلہ رخسار کی جھلک
 دام بردوش پھریں جا، وہ گیسو بردوش
 دیا درد تو رنگ قبول دے ایسا
 دہریں آخواجہ جب ٹھہری اسیری ناگزیر
 دل ہی قاتل بھی تھا مقتول بھی تھا قاتل بھی

یہی جھلکی سی جو پونہ تہہ پرانے میں
 انتہا یہ ہے کہ فانی درد اب دل ہو گیا
 انسان خوابے کچھ رہے خیال میں
 دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا
 کھٹکتا ہے مانتہ کی نظر میں غبارِ انکس
 یاتم نہ جس تپے ہو یا میں نہ جواں ہوتا
 سمجھتے تھے ہم جھیل کو یہ سی دھار یا
 ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد
 دردِ دل ٹھہر دو دردِ سر میرے لئے
 اس میں کچھ خون تھا بھی تھا میرا
 جو اس بے خبر میں ہی ہیں عذاب میں
 گرتے کو میرے دل کا جلدنا ضرور تھا
 صید بن بن کے میں نے انہیں صیاد کیا
 جوا شک آنکھ سے ملے وہ داستان ہو جا
 دل اسیر حلقہ رنگیے پیچا کیوں نہ ہو
 مٹ گئے ہم تو فنا اور بقا کے پہلے
 فریق گو رکھ پوری

دل ہی ہے تو آخر بھرا آتم جن جبین ہو ہو	ہم کو بھلا کچھ کہتے ہیں تقدیر اپنی رونما	آل فارضا
دل کیسے تیاں میں الجھ کر نہ گر پڑے	اٹھا تو ہے خدا کا سہارا لئے ہوئے	حفیظ جالندیزی
دیکھا جو تیر کھائے کھیں گاہ کی طرف	اپنے ہی دوستوں کی قطاریں نظر پڑیں	” ”
دوستی اب گلے کا بار نہیں	تار ٹوٹا بجھ کر گئے دانے	” ”
دینے والے تجھے دینا، تو اتنا دیدے	کہ مجھے شکوہ کو تا ہی داماں ہو جا	شاہ بیگم دارانی
دامن و جیب گریباں کا نہیں کوئی ملال	غم یہ ہے دست جنوں کل کیلے کام نہیں	جفری ملکپوری
دست و تری تفریح کا ساما ہے ابھی	کہ گریباں کا مر نام گریباں ہے ابھی	” ”
داؤرِ شمرانہ اعمال نہ دیکھ	اس میں کچھ پرہیزشوں کے بھی نام آتے ہیں	ڈاکٹر محمد نیا شمس
دل آنکھوں گہمی آنکھوں نے دل سے گہدی	بات چل نکلی ہے اب دیکھیں کہا تک پہنچے	” ”
دل کہ ہے سہرا یہ دار عزت ناموس حسن	یہ ہی مرکز یہی ہے دائرہ میرے لئے	سید الدین کاکوروی
دیکھنا یہ ہے کہ اندازِ سحر کیا ہوں گے	یوں تو اربابِ جنوں ات گزر جاگی	عابد علی عابد
دل ہے بڑی خوشی سے اسے پامال کر	لیکن تے نہ زردا دیکھ بھال کر	عبد الحمید عدم
دل کو خوں کر لے کہ ہو نورِ بصیرت پیدا	ورنہ ایسی تو کچھ آساں نہیں جہاں نظری	فضا ابن فیضی
دو اکڑ درد دعا کے سوا کچھ اور نہیں	دعا کمالِ رضا کے سوا کچھ اور نہیں	شاہ عزیز ریوی
دلِ حزیں کو تلاشِ خلوص ہے سود	کہ اس یار میں شاید یہ رسم بھی نہ رہی	” ”
دامنِ بچار ہر محبت کی آگ سے	زادہ نور کشمشِ خیر و شر میں ہے	” ”

دل نہ ٹھک رہا تھا خود اپنی ہی ہر آہ پر
 داستانِ شبِ غم قصہ طو لانی ہے
 دل کا کنول مجھے ہر دم گداز گئی
 دولتِ دردمی دیدہ بیدار ملا
 دونوں جہا تیری محبت میں ہمارے
 دنیا کی بہاروں اکھٹیں ہوں پھیر لیں جاؤں
 دامنِ جھٹک کے وہ نوالگ ہو گئے مگر
 دنیا ہمیں فریب پہ دیتی رہی فریب
 دل جا بہ لبِ جگر میں تک جا بقبر
 دل میں کٹے فاش تھیں یہ پاس ضبط
 دوسروں کو فریب دے دے کر
 دوستوں کے گلے سنبھل کے ملو

اب قدمِ منزلِ جاناں بہت دور ہیں
 مختصر یہ کہ تو نے مجھے برباد کیا
 اب یہ چراغِ لائقِ محفل نہیں رہا
 لوگ کہتے ہیں غمِ عشق میں کیا رکھا ہے
 وہ جا رہا ہے کوئی شبِ غم گزار کے
 جیسے فی لیق قصہ کو پڑھتے پڑھتا جاؤں
 مجھ کو تمام عمر سنبھلنا محال ہے
 ہم دیکھتے رہے تکرارِ اعتبار سے
 ہم تیرا نام لیکے گنہگار ہو گئے
 بار بار اٹھے ہو آنسو بھی پالیا ہے
 ہم نے خود بھی فریب کھائے ہیں
 سانپ نکلے ہیں آسینوں سے

دورے نہیں ہیں سرخ تری چشم مست میں | شاید چڑھا ہے خون بے گناہ کا | سراج اورنگ آباد
 ڈھونڈا جیسے ہو لوگوں میں فاقہ موتی | یہ خزانے تجھے ممکن خرابوں میں ملیں | احمد فراز

ذ

ذکرِ عشق کے جتنے ہیں کہ نصفِ البیش
 ہجر میں وصل کی تقریر بہت اچھی ہے سودا
 ذرّہ ذرّہ سے تجلی آشکا صاحبِ جلوہ مگر روپوش ہے دیگر
 ذکر اس پریوش کا اور پھر بیاں اپنا بن گیا رقیب آخر تھا جواز دل اپنا غالب
 ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا بات پہنچی تری جوانی تک فانی بدایونی
 ذرا دیکھو یہ سرکشِ ذرّہ خاک فلک کا چاند بنتا جا رہا ہے سر آج بکنوی
 ذرا آہستہ چل کا روانِ کیف وستی کو کہ سطحِ ذہن اسناخت ناموار سے ساتی خوش ملیج آبادی
 ذرا وصال کے بعد آئینہ تو دیکھ لے دو تیسے جمال کی دوشیزگی نکھر آئی فراق گور کھپوری
 ذکر سنتے ہیں نوجوانی کا کچھ خیالوں کی یاد آتی ہے اسکندر علی و جد

گروں میں دوڑنے پھرنے ہم نہیں مائل چو آنکھ ہی سے نہ بٹکے تو پھر لہو کیا ہے	غالب
رک رک دیکھتے ہیں اپنا خرام ناز پھر پھر دیکھتے ہیں کوئی دیکھتا نہ ہو	حاذق
رنگت، تراکت، لطافت، مگر حیف اک لہوئے وقایہ گل رُغنا نہیں کہتے	ذوق
بچے خوں گریہوا انسانوں کو مت جانا بچ مشکلیں اتنی ہیں مجھ پر کہ آسا ہوئیں	غالب
رات بی زمر یہ سے اور صدم دھوئے دھبے جامہ احرام کے	دعویٰ
میخ روشن ہے آگے شمع کھل کر وہ یہ کہتے ہیں ادھر جانا دیکھیں یا ادھر پرانہ آتا ہے	داع دہلوی
راں سیکے گی شیخ صاحب کی نہ دکھاؤ شراب کی صورت	مہدی علی مہر
قیوں نے پٹ لکھوائی ہے جا کر یہ تھا میں کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں	اکبر الہ آبادی
رندوں میں تو ہے لطف سے دُسا قی و مضر واعظایہ بنا تو تری صحبت میں کبھی کچھ	دعویٰ
روزِ حنا جب مرا پیش ہو دفترِ عمل آپ بھی شرمسار ہو جھوٹو بھی شرمسار کر	اقبال لاہوری
رفقارِ قیا تو نہ کیا کم تھی پھر اس پر اک طرہ ہے فتنہ تری نازک کمری کا	حسرت موہانی
رعنائی خیال کو بھڑا دیا گناہ زاد بھی کس قدر مذاقِ سخن سے دور	دعویٰ
راضی یہ ضام ہیں بہر حال مگر ماں ڈرے کہ یہ خود تم کو ستم گار نہ کرے	دعویٰ
بچ غم درد الم یاس تمنا حُسن اک تری یاد مچوتے ہیں کیا کیا دل میں	جوش ملیح آبادی
رات کم ہے نہ چھیر، سحر کی بات یہ بڑی داستان ہے پیارے	مفتی جالندھری

ز

زندگی جس سے عمارتِ سووہ زلیت کہاں	یوں تو کہنے کیلئے کہہ دے ہاں جیتے ہیں خواجہ میر درد
زلمہ وہ بادِ کش ہوں کہ مانگوں گردِ عا	اٹھس بھی شراب سے بادل بھر ہوئے ناسخ
زندگی اپنی جہاں اس شکل سے گدی بست	ہم بھی کیا یاد کریں کہ خدا رکھتے تھے غالب
زخمِ کاری لگا تو چوم لیا	قبضہ خنجر کا ماتھہ قاتل کا اعظم علی اعظم
زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا	ہمیں سو گئے داستان کہتے کہتے تاقبِ فزلاش
زنگ آلودہ اک آئینہ سہی	دل کی آخر کوئی قیمت ہوگی صفی لکھنوی دہلی
زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب	موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا برج نارنج علیست
زبان رگ گئی آخر سحر کے پوتے ہی	تمام رات کئی دل سے گفتگو کرتے عزیز لکھنوی
نہے خلوصِ محبت کہ حادثاتِ جہاں	مجھے تو کیا کسے نقشِ قدمِ مٹا نہ سکے حکمرانِ آبادی
زخمِ دل کے چھپا رہا ہوں میں	کوئی میری ہنسی کو کیا جانے دستِ جاحیں عند
زنگ لادہ سین بوجہ ایسی ہلکا ہو کر	مگر اچھ نک ہمار پہلو میں نہت بیان باقی اختر شیرانی
زمانہ لامی جوانی نہ وہ محبت نہ زندگی	بس ایک بھولی سی یاد جو بزدلِ داغ کن باقی
زمانہ بھر سے ہمارا زک مر خیالِ لطیف	مے خیالِ نازک تمہاری گلبدنی عرشِ ملیانی

نہاں سیوا دی	فلک کے تیور میں گمیں زمیں دل میں غما ہے	زار کیا دیکھے دکھانہ جا کیا انقلاب آئے
رشتہ یقی غریب	کیا سے کیا یہ مئے گلفام ہوئی جانی ہے	زندگی زہر کا اک جام ہوا جاتی ہے
روشن شدہ شاہد	عمر بھر تیری تمنا سے رہے بیگانہ ہم	زندگی اک مستقل شریحِ تمنا تھی مگر
..	لوا عطا یہی تعبیر حیاتِ ابدی ہے	زلفوں کا گھٹی چھاؤں میں اک لمحہ خوش تھا
مجاز	زندگی ہے تو گنہگار ہوں میں	زندگی کیا ہے گناہِ آدم
میکش اگر آباد	ہم ان سے جرمِ محبت بھی بخشوانے کے	زباں پہ نامِ محبت بھی جرم تھا یعنی
آل احمد سرور	کام تھا گر چہ بہت سخت مگر ہم نے کیا	زلفِ سستی کو سنوارا تے گیسو کی طرح
فیض احمد	ہر ایک حلقہ زنجیر میں زباں میں نے	زباں پہ مہر لگی ہے تو کیا کر رکھ دی ہے
احسان دانش	آہ نہ کر لبوں کو کسی عشق نے لگی ہتھیں	زخمِ یہ زخم کھائے جی اپنے ہونے لگے
شکیل بدایونی	اس میں اب کچھ بھی نظر آتا نہیں	زندگی کے آئینہ کو توڑ دو
بہار لکھنوی	جلتا ہوا دیاموں مگر روشنی نہیں	زندہ ہوں اس طرح کہ غمِ زندگی نہیں
ساحر لدھیانوی	ترے لب پر ابھی تک نغمہ خیاں ہے ساقی	زمانہ بے سر پیکار پر مچول شعلوں سے

سخت کافر تھا جس پہلے میرے ^س مذہب عشق اختیار کیا
 سایہ میں ہر ایک کے خوابیدہ ہے قیامت
 سب ملتے تو ہونا ہیں دھڑکا مجھے کہیں مجھ سناہ کوئی اور گرفتار ہے
 سرسری ان ملاقات ہے گا ہے نرم اغیار میں گلے سر رہے گا ہے
 سانس آہستہ لیمو پیار ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا
 سن تو سہی جہاں ہے تیرا فسانہ کیا کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا
 ساتھ اپنے جو مجھے یار نے سونے نہ دیا رات بھر مجھ کو دل زار نے سونے دیا
 سو رمز کی کتاب ہے اشار میں ہا میں ہے لطف خموشی میں تکلم سے زیادہ
 سارے ہوں نکیرین کو فسانہ ہجر سوال ان کے جدا ہیں مے جواب جدا
 سے جاتے ہیں کفن آپ کے دیوانوں کے تار دہن میں تکرے ہیں گریبانوں کے
 سنی حکایت ہستی تو دریاں سے سنی نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم
 سید اٹھے جو گڑ لیکے تو لاکھوں لائے شیخ قرآن دکھاتا پھر پیسہ نہ ملا اکبر الہ آبادی
 ستاروں کے جہاں اور بھی ہیں مرے عشق کے امتحاں اور بھی ہیں اقبال
 سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم بجھیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

صیر

میر

صفت ہوی

شاہ داد پوری

علی بخش جرات

علی بخش بیار

حیدر علی آتش

انام بخش ناسخ

علی و سطرنگ

پیارے صاحب

پیارے صاحب

شاد عظیم آبادی

شیر علی

شیر علی

شیر علی

شیر علی

شیر علی

سو آگری نہیں یہ عباد خدا کی ہے	اے خیر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے	اقبال
لکھا دے گی ندامت سیوہ قدر و فائ کو	یہ شان کج ادائی میری جان ناواں تکے	حسرت مومانی
سر میں چشم دل کے لئے تلخ تجربے	پیری نے کر دیا ہے وسیع النظر مجھے	علی نقی صفی
سر طور ایک برق طور لہراتی نظر آئی	دراستوخی سے جھٹکا تھا کسی اپنے داماں کو	صیر حسن دل
سج تیرا نام آنکھیں کھول آیا تھا کوئی	آج تیرا نام لے کر کوئی غافل ہو گیا	فانی
سنے جاتے تھے تم سے مردن رات شکوے	کفن سر کا و میری زبان دیکھتے جاوے	”
سوز غم سے اشک ایک قطرہ جل گیا	آگ پانی میں لگی ایسی کہ دریا جل گیا	عزیز بکھنوی
سنا ہوں بڑے غور سے افسانہ رستی	کچھ خواب ہے کچھ اصل ہے کچھ طرز ادا ہے	اصغر گوندوی
سوار تراد من ہاتھوں میں مرے آیا	جب آنکھ کھلی دیکھا اپنا ہی گریباں تھا	”
سوز غم دے کر مجھے اس نے یہ ارشاد کیا	جا تجھے کشمکش دہر سے آزاد کیا	چون سلیم آباد
سموم و صرصر و سیلاب کا ہنگام آ پہنچا	شراب و شر و شمع و شاد و شوق جو اڑ گیا	”
ساقی کی محبت میں دل مٹا ہوا اتنا	جب کو جھپکاتا ہوں شیشہ نظر آتا ہے	مضطر خیر آبادی
سانس لینے میں درد ہوتا ہے	اب ہوا زندگی کی راس نہیں	جگر بریلوی
سجدوں نامراد ہے جو دل سے نا امید	وہ رہ گذر کہ اب جو تری رہ گذر نہیں	داگر محمد بن تاثیر
سجدری جہیں نہیں اس قدر حقیر	کچھ تو سمجھ رہا ہوترے آستاں کو میں	ساغر نظامی
ساقی کی نظر آج گھٹاؤں کی طرف ہے	ہر بات کی ہر بوند گھر ہو کے رہے گی	ماہر القادری

ساقی مرغے خلوص کی شدت کو دیکھنا	بھرا گیا ہو گردشِ دوراں کوٹال کر	عبد الحمید عدم
سرد اس دور میں ہے سینہ آدم ورنہ	زندگی کے لئے سوزِ دل پرانہ بہت	روشِ حدیقی
ستم زمانہ تجھ کو رم میں فدا کدت ہرالم	تجھے آتش کی تلاش ہے مجھے جلیوں کا جستجو	ہنال ہوا رہی
سک تو دلاؤ اگر ڈالا اپنا ہی دوا اگر نہ دے	سب تو گریا سی ڈالے اپنا ہی گریا بھول گئے	ہجاز
سکون شہر جو ہو تو کوئی نہ کر تو بخ و مخ و من وہی	بدل گئے ہیں اگرچہ قاتلِ نظام دار و رسن وہی	سرترا جعفری
سحر سے مل تو گیا سلسلہ اچالے کا	حیاتِ شمع نے کچنے کو عارضی پائی	غلام ربانی تابا
سناں لینے کو ہی جینا تو نہیں سمجھتے ہی	زندگی تھی جو تھے صل کا اسکاں ہوتا	یوسف ظفر
سورج بھرا ہے کہ دوا ہے کہ گھنایا ہے	یا فقط اپنے لہو سے صوفی کلنار	احمد نیک قاسمی
سیرا ان کو بیک نظر کبھی دیکھے تو وہی ادا	وہی نیازی تھو نہی لفت نہ کمر پڑی	نثار واحدی
سکون دے سکیں اچتیں زمانے کی	جو نیند آئی تیرے غم کی چھاؤں میں تی	پیام فتحپوری
سیہ نصیب کوئی ہم سے بڑھ کے کیا ہوگا	جو اپنا گھر بھی جلا دے تو روشنی نہ ملے	ساحر لہ صیاد
سحر سے رشتہ امید باندھنے والو	چرخِ زلیت کی لوثاں ہی مدغم ہے	احمد راجی
سہارا نہ دیتی اگر موجِ طوفاں	ڈبو ہی دیا تھا ہمیں ناخدا نے	لکین حسن کلیم
سہمتی رہی عقلِ سالیوں سے بھی	کے سہل دل نے محالات بھی	ضیاء الدین
سنائے میں تیری آلِ آباد تو ہے لیکن	اسکی سما ہی میں ناجیز کی کمی ہے	” ”
سجھ سچہ سچہ کو سجھو سجھو سچہ ناچا اک سجھو	سجھ سچہ سچہ کو سجھو سجھو سچہ ناچا اک سجھو	سجھ سچہ سچہ کو سجھو سجھو سچہ ناچا اک سجھو
سنگِ دل نے سنگِ بیکر سنگِ دل کے گھر گیا	سنگِ دل نے سنگِ مارا سنگِ کھا کر مر گیا	ناسلم

ش

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے | دل ہوا ہے چراغِ مفلس کا
 شرمندہ رفو نہیں عاشق کا چاکِ حجب | کس باغباں نے محل کا گریباں سلا دیا
 شیخ اس بہ شکنی پر نہ ہوا اتنا مغرور | تو نے توڑا نہیں اپنا بت پندارِ مغرور
 شمع ساں لگ اٹھے زباں کو آگ | گر کروں سوزِ دل بیاں اپنا
 شمع جلتی ہے پر اس طرح کہاں جلتی ہے | بڑی بڑی مری اے سوزِ نہا جلتی ہے
 شبِ وصل تھی چاندنی کا سماں تھا | بغل میں صنم تھا خدا مہرباں تھا
 شوقِ نظارہ دیدار میں تیرے ہمدم | جان آنکھوں میں مری جا رہا کرتی ہے
 شبِ وصال میں تنہا طرفانہ غیر | سمجھتے کاش وہ اپنا نہ راز دار مجھے
 شائد اسی کا نام محبت ہے شیفۃ | اک لگ سی، سینہ کے اندر لگی ہوئی
 شیخ جی گر گئے تھے حوص میں میخانے کے | دُوب کر حشیمہ کو تر کے کنارے نکلتے
 شب بھر ہے شریکِ جود و شراب میں | وہ سب صفتِ نما میں وقتِ سحر ملے
 شب ہی شب ہے دن وہی دن ہے | جو تری یاد میں گر جا میں
 شبِ مطلعے ہی آئی پیرِ مال پر اب نظر ہوئی ہے | غفلت میں شب گزار کھایا سینگ کر کر ہوئی ہے
 شبِ غم اب مٹا خیر اپنے حجبِ دامن کی | رہے دستِ جنوں باقی تو کر لیں گے سحر پیدا
 شبِ غم اب مٹا خیر اپنے حجبِ دامن کی | رہے دستِ جنوں باقی تو کر لیں گے سحر پیدا

نغمہ لگا گئے دامن چھڑا گئے	عشق مر جاوہر سیاںک تو آگئے	نوح ناری
شام غم کچھ اس نگاہ ناز کی باتیں کرو	بہخودی بڑھتی چلی ہے راز کی باتیں کرو	قرآن گو کہ پوری
شب آ یا کسی بُت پر فدا ہوئے کاو آیا	مری دنیا میں بند کو خدا کہنے کا وقت آیا	ہری چند اختر
شمع اک دم کے پکیر کے سو کچھ بھی نہ تھی	آگ جب تن میں لگائی تھی تو جان آئی ہے	آنند نرائن مللا
شبِ فرقت نظر آتے نہیں آثارِ سحر	اتنی ظلمت ہے روح شمع پہ بھی نور نہیں	برق دہلوی
شفقِ دھلکا ہوتا کھائیں تار نئے کھول	اس دامن میں کیا کچھ ہے وہ دامن تھوڑا ہے	عبد کبیر دانی
شگفتہ کھول جو دیکھے تو شوق یاد آیا	دے تھے داغ بھی گلشن نے شمار مجھے	شوق انری
شبنم نے رو کے جی ذرا ہلکا تو کر لیا	غم اس کا لوجھے جو نہ آنسو بہا سکے	عبد السلام سلام
شعری وہ نہیں سنِ تحیل پہ نشور	ان نگاہوں کے بھی اک شعر حرار کھا ہے	نشور واحدی
شب انتظار کی کشمکش میں پوچھ کیسے سحر ہو	کبھی اک چراغ بجھا دیا کبھی اک چراغ جلا دیا	محمود علی
شام غم سے جہاد کر جب تک	شامِ غم کی سحر نہ ہو جائے	جاوید شمسٹ
شیشہ ٹوٹے غل چ جائے	دل ٹوٹے آواز نہ آئے	حفیظ میر بھی
شبِ سیاہ کے لمحے گزار لینے دو	گھڑی گھڑی نہ کرو ذکر راہِ یاروں کا	شہزاد احمد شہزاد
شمع کی آچ میں کمی تو نہیں	جل کے ٹھنڈے پر نہیں پروانے	نامعلوم

ص

صبح گر صبح قیامت ہو تو کچھ پڑ نہیں
 صیاد اسی رام رگ گل ہے غنڈ لیب
 صد لہ دور خرچ تھا ساغر کا ایک دو
 صیاد اب قفس سے ڈراتا ہے کیا مجھے
 صبر اتنا نہ کر کہ دشمن پر
 صراک قدم اٹھا تھا غلط راہ شوق میں
 صبح بچھر کر شام کا وعدہ شام کا ہونا نہیں
 صیاد اب جواذن مائی دیا تو کیا
 صبر لے دل با کہ یہ جا نہیں دیکھی جاتی

ہجر کی جب رات اپنی بے قراری میں کئی
 دکھلا رہا ہے چھپ کے اسے آب دانہ کیا آتش
 نکلے جو میلے سو تو دنیا بدل گئی گستاخ راہ پوری
 تیرے کرم سے کل ہی آئیاں کی ہے اقبال احمد سہیل
 تلخ ہو جائے لذت بیداد ایس یگا خلیفہ
 منزل تمام عمر مجھے ڈھونڈتی رہی عبد الحمید عدم
 انکی تمنا کچھ کر لینا صبح کو پہلے شام کرو نثار اودی
 مدد ہوئی کہ آرزوئے بال پر گئی نزوالتورین
 ٹھہرے درد کا اب کا یا رانہ رہا حبیب اشعر

ط

<p>آتش فراق گور کھری ظفر تاباں</p>	<p>ہم سے خلا ہو کے کرے گا زمانہ کیا ہم ایسے ہیں تیری یاد کو چا رہے ہیں مرغ حین نور کو گوشہ آسیاں بھی</p>	<p>طبل علم ہے پاس اپنے نہ ملک مال طبیعت اپنی جب گھبراتی ہے سنار اتوں میں طائر خستہ بال کو دام بھی کچھ آسیاں</p>
--	--	---

ظ

<p>فراق گور کھری ظفر</p>	<p>تیرہ تیرہ تاباں تاباں جیسے عیش میں دھندلے ہیں جیسے عیش میں دھندلے ہیں</p>	<p>ظلمت و نور ہے عشق کی بستی ظفر ادنیٰ کو نہ جانے کاکہ ہو گھڑہ ضابطہ دکا ظفر ادنیٰ کو نہ جانے کاکہ ہو گھڑہ ضابطہ دکا</p>
------------------------------	--	--

ع

عجب کچھ لطف رہا عجب غلو سے دلیر ہو	خطاب آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ	ولی اورنگ آبادی
عشق میں خواب کا خیال کسے	نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی	محمد حیات حضرت
یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قرباں	وہی بچ کبھی کہے ہے پی تو اب الٹا	انشا
عاشقی صبر طلب اور تہمتا بیتاب	دل کا لیا رنگ کہ دل خون جگر ہوئے تک	غالب
عمر ساری تو کئی عشق تیاں میاں توں	آخر وقت میں کیا خاک سماں ہو	موتوں
کرتے ہیں تہی مغز ثناء آپ اپنی	جو ظرف کے خالی ہے نکلا دیتا ہے	انیس
عجب حوصلہ ہم نے غنجوں کا دیکھا	تبسم پر ساری جوانی لٹادی	جلیل مانچوری
عقل عیار ہے سوکھیں بنا لیتی ہے	عشق بیچارہ نہ ملا نہ زائد نہ حکیم	اقبال
علم فقیہ و حکیم فقر سچ و کلیم	علم ہے جو یارہ فقر ہے دانراہ	”
عروج آدم خاکی سے انجم سمے جا ہیں	کہ یہ ٹوٹا ہوا نار اتمہ کامل نہ بن جا	سراقبال
عشق سے لوگ منع کرتے ہیں	جیسے کچھ اختیار ہے گویا	اثر بکھنوی
عشق کی دنیا میں حبسی غم کو ازاں کر دیا	ہم غریبوں کیلئے جینے کا سماں کر دیا	اکبر چند محروم
عشق کی کچھ ہوا لگی جب انہیں	کچھ ارا رنگ کچھ نکھر بھی گئے	فراق گورکھپوری
عمر سب ذوق تماشا میں گذاری لیکن	آج تک نہ کھلا کس کے طلبگار ہیں ہم	مظفر خیر آبادی

عشرتِ فتنہ نے جا کر نہ کیا یاد میں	عشرتِ رفقہ کو ہم یاد کیا کرتے ہیں	آخر انصاری
عشق ہی عشق ہے دنیا میری	فتنہ عقل سے بیزار سوں میں	اسرار الحق حجاز
عروجِ ماہ کو انساں سمجھ گیا لیکن	ہنوز عظمتِ انساں سے گہمی کم ہے	شاہد صدیقی
عنوانِ ترقی ہے یہ تیرہ فضائی بھی	کچھ گرد بھی اٹھتی ہے جب فائدہ چلتا ہے	نثار واحدی
علم و فن کے دیوانے عاشقی سے دڑتے ہیں	زندگی کے خواہاں ہیں زندگی دڑتے ہیں	۔۔
عشق ہے تشنگی کا نام توڑے گھر ملے بھی جاں	شدتِ تشنگی نہ دیکھ لذتِ تشنگی سمجھ	خارباہ بنگوی
عجیب ہے تصور کی کار فرمائی	ہزار محفلِ رنگیں شریکِ تنہائی	پیام فتحپوری
عہدِ ستم ہے دیکھیں ہم شفقتِ سرور پر کیا گذر	شہر میں اسکے بند قبا کی رنگِ خاکی یا جلی	اصغر نسیم
عید کا دن ہے گلے آج تو مل لے ظالم	رسمِ دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے	نا معلوم
عقل نے ترکِ تعلق کو غنیمت جانا	دل کو بدلے ہو حالات پہ رونا آیا	ذکی کا کوردی

غ

غیر سے ملنا تمہارا سچ گویا ہم چپ رہے	رہنا ہو گا کہ تم کو اک جہاں کیا کہا	شیخ قیام الدین
غضب کے کہ دل میں تو رکھو کہ ورت	کر دمنہ یہ ہم سے صفائی کی باتیں	
غزل اس نے چھڑی مجھے ساز دینا	ذرا عمر رفتہ کو آواز دیتا	صفتی بکھڑی
غم حیات سے گھبرا کے بندگانِ خدا	چاہے میں جانبِ مینا خود کشی کے لئے	ماہر القادری
غمِ دوراں غمِ جاناں کا نشان ہے کہ جو تھا	وصفِ خیابانِ حدیثِ گراں ہے کہ جو تھا	عابد علی عابد
غم نہ اپنا نہ اب خوشی اپنی	یعنی دنیا بدل گئی اپنی	خوشتر کھنڈی
غمِ عاشقی میں گرہ کشاؤں خرد ہوئی جنوں ہوا	وہم ہے کہ ہمیں پائے خرد نہ سر جنوں	ان م راشد
غمِ دوراں غمِ جاناں کے گزر کر اے دوست	آج ہر غم کو شریکِ غم انساں کرے	روش صدیقی
غمِ زندگی اک مسلسل عذاب	غمِ زندگی سے مفر بھی نہیں	غلام ربانی تانا
غمِ جمیب، غمِ زندگی، غمِ دوراں	کسی مقام پہ ہم جی برا نہیں کرتے	احمد ریاض
غم نہ اپنا نہ اب خوشی اپنی	یعنی دنیا بدل گئی اپنی	خوشتر کھنڈی
غمِ جاناں سے ربط ٹوٹ گیا	اب غم دہر سے پناہ نہیں	اکشن مضطر

ف

فکرِ معاش، عشقِ بہاں یادِ رفتاں
فکرِ مت کر بہاے جینے کی
فقط امید ہے ش کی تیری رحمت سے
ففسہ مقامِ نظر، علم مقامِ خبر
فنا کا ہوش آنا زندگی کا دردِ رحمانا
فلک بھول بھلیوں میں ڈال کھا تھا
فقط فریبِ خدو خال سن باقی ہے
فلک کے تاروں سے کیا دُور سوگی ظلمتِ شب
فتنہ عقل کے جو یا میری دنیا سے گزرے
فضا کا ذکر کریں بحر و بر کا ذکر کریں
فلم کی گردش سے تصویریں بدلتی ہیں

اس زندگی میں کبئی کیا کیا کیا کرے رفیع سودا
نیرے نزدیک کچھ یہ دُور نہیں میر
وگرنہ عفو کے قابل مرے گناہ نہیں مہدِ حسنِ خانا
فقر میں تی ثوابِ علم میں سستی گناہ اقبال
اہل کیا، خمارِ بادہ ہستی اتر جانا برجِ نرائنِ حکمت
ہم ان کو دھوئے دیا اپنی جستجو کرتے یاسِ یگانہ جلیز
جو چہرِ صبر کن تھی گئی شباب کے ساتھ آئندہ ان ملا
جب اپنے گھر کے چراغوں سے روشنی نہ ملی
میری دنیا میں محبت کے سوا کچھ بھی نہیں جاننا رافتہ
بہت بلند، خردوں گھر کا ذکر کریں ندیم قاسمی
عمر رفتہ کا نہ آیا پھر وہ منظر سامنے اسیر کا کو روی

ق

قسمت تو دیکھو ٹوٹی ہے جا کر کہاں
 قدر رکھتی نہیں متاعِ دل
 قباے گل کو پھار ابر گل پرین بگڑا
 قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
 قیدِ حیا و بندِ غمِ اہل میں دونوں ایک ہیں
 قطرہ اپنا بھی حقیقت میں دریا لیکن
 قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
 فہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو
 قطرے قطرے کا ہے نصیب جدا
 قریب یار و روزِ عشرت چھپے گا کشتوں کا خون
 تہاری و غفاری و قدوسی و حیرت
 قفس میں دیتے ہو کیا طعنِ سست پر از
 قفس میں جی نہیں لگتا آہ پھر بھی مرا

کچھ دُور اپنے ماتھے جب بام رہ گیا
 سائے عالم میں میں دکھا لایا
 بن آئی کچھ ننھی ننھی سے جو وہ ننھی دین بگڑا
 جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
 موت پہلے آدمی غم سے نہ پائے کیوں
 ہم کو تعلیمِ تنکِ ظرفی منصور نہیں
 کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی
 کاش کے تم مرے لئے ہوتے
 کوئی گوہر کوئی شراب ہوا
 جو چہرے سگی زبانِ خنجر ہو پکار کا آئین
 یہ چار عناصر ملے تو دنیا ہے مسلمان
 فضا کھلی ہوئی ملتی تو امتحاں ہوتا
 یہ جانتا ہوں کہ تنکا کبھی آسماں میں نہیں

قیام الدین قائم

میر

آتش

ناسخ

غالب

"

"

"

"

مائل دہلوی

امیر مینائی

اقبال

اقبال احمد سہیل

عزیز بکھنوی

قتل اور مجھ سے سخت جان قتل : تیغ دیکھو ذرا کمر دیکھو
 قسمت میں خوشی جتنی تھی ہوا غم بھی ہے جتنا ہونا ہے
 گھر بھونک تماشہ دیکھ چکے اب جنگل جنگل رونا ہے
 قفس میں جب کبھی جھپکی مری آنکھ : یہ دیکھا شہین جل رہا ہے
 قبول ہے تیری کبریائی مگر کبھی یہ بھی تو نے سوچا
 یہاں بھی تو ہے وہاں بھی تو غریب لسا کہاں ہیں
 قفس بھی یہاں بھی گلیں بھی کانٹے بھی
 چین کو ہم سمجھتے ہیں مگر اپنا چین اب تک
 قتل اپنا مقدمہ بیگانہ اگر ہوتا : تو پھر اپنے پرانے ہم یہاں کہاں جاتے

غزیرہ لکھنوی

سید آل رضا

منظر لکھنوی

ندیم قاسمی

ساراما دی

قتیل شرفائی

ک

جہاں آج یارب جلوہ متانہ ساقی	کہ دل آج صبر سرسبز سے ہوش لیجائے	وہی اورنگ آبادی
کون سے زخم کا کھلا ٹانگا	آج پھر دل میں درد ہوتا ہے	ضیاء الدین ضیا
کہہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ	کچھ قصرِ دل نہیں کہ بنایا جائیگا	رفع سودا
کمالِ بندگی عشق ہے خداوندی	کہ ایک فن نے یہ مصرعِ غلام لیا	..
کیفیتِ چشمِ اسکی مجھے یاد ہے سودا	ساغر کو مے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں	..
کیا ضد مے ساتھ خدا جانے ورنہ	کافی ہے سلی کو مری ایک نظر بھی	..
کس کا ہے جگر کس پہ یہ بیدار کرو گے	لودل تہیں ہم دیتے ہو کیا یاد کرو گے	جعفر علی حسرت
کون سی رات آن ملے گا	دن بہت انتظار میں گزرے	خواجہ میر درد
کہا میں نے کتنا ہے گل کاشات	کلی نے یہ سن کر ششم کیا	میر تقی میر
کچھ نہ دیکھا کچھ بجز اک شعلہ پر بیچ و تاب	شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانہ گیا	..
کیا شکوہ کریں کنجِ قفس کا دلِ مضطر	ہم نے تو چین میں بھی ملک آرام نہ پایا	حسن دہلوی
کیا جانے کنجت نے کیا ہم پہ کیا سحر	جوبات نہ تھی ماننے کی سان گئے ہم	جبرائیل
کیا فسوں تو نے خدا جانے یہ ہم پر ارا	تجھ سے پھرنا نہیں دل ہم بہت سہرا	محمد امان نثار
کس سے تم بہکنا تھے صاحب	رات ہم بے قرار تھے صاحب	غلام علی ساغ

کچھ ایسی بن گئی تصویر اس کے دست سے	راہیں بنا کر آپ صو آفریں برسوں	نذر ابن راقم
کون پر سا ہے حال بسمل کا	خلق منہ دیکھتی ہے قاتل کا	علی بخش بیمار
کچھ اناڑ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت	مال کر کھنے لگا دن ہے ابھی رات کے وقت	انت
کون کہتا ہے بولو موت بولو	ہاتھ سے میرے ایک جام تو لو	”
کوئی دنیا سے کیا بھلا مانگے	وہ تو بیماری آپ تنگی ہے	”
کون اس فصل میں دیوانہ ہوا، ہتھیار	کہ ہوا ہاتھ میں زنجیر لئے پھرتی ہے	عیشی بکھنوی
بھدرواں مسرتوں کہیں اور جا بس	اتنی جگہ کہاں ہے دل داغدار میں	بہادر شاہ ظفر
کیا کرتے ہونا ہم تم نصیحت رات دن جھک کر	اسے بھی ایک دن تم جاکے سمجھاتے تو کیا ہوتا	آتش
کسی کے محرم آب رواں کی یاد آئی	جہاں کے جو برابر کوئی جہاں آیا	”
کون سے دن نئی قبریں نہیں اس میں تھیں	یہ خرابہ وہی میرے کاماں کے جو تھا	”
کیا جگہ کو چہ محبوب ہے سچاں اللہ	کوئی کعبہ کوئی جنت کوئی گلشن سمجھا	”
کہاں کہاں تھے دھونڈا بدل ہمیں لے سوت	جو شیخ کعبہ میں تو دیر میں برہمن تھا	”
ہمیں کیا ہوئی عمر کیونکر بسر	میں جاگا کیا نجات سو یا کیا	”
کشتہ ہم بھی تھی نیرنگی کے ہیں یاد ہے	اور زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے	”
کس درجہ تنگ ہوتے ہاتھوں کے اے خوں	لاؤں کہاں روز گریباں نئے نئے	”
کرین ہم کی پوجا اور چڑھائیں کو چاند ہم	صنم ہم دیر ہم تنہا ہم بت ہم برہمن ہم	ناسخ

کیا روزِ بد میں ساتھ ہے کوئی ہمنشین	ہے بھی بھاگتے ہیں خزا میں شجر سے دور	نہا سنا
کی مرے قتل کے بعد اس جفا سے تو بہ	ٹائے اس زودیشماں کا پشیمان ہونا	غائب
کسی نے بھی تیری طرح سے نہیں	کیتے ہیں تھی مغزِ خفا آپ اپنی	مشتعلیٰ دیر
کیونکہ نہ ٹپٹ کر تھو روؤں لے قبر	میں بھی تو جاں دے پایا ہے تجھے	” ” ”
کعبے چلتا ہوں پر استا تو بنا	میکدہ کوئی ہے زائدِ راہ میں	اسیر بکھنوی
کیا جانے کیا لطف چلنے کے ادھر آج	جاتی ہے تو پھر کر نہیں آئی ہے نظر آج	منیر شکو آبادی
کچھ خوفِ خدا کیجئے اس طرح نہ چلئے	سویار تو اس چال پہ تلوار چلی ہے	نواب سگم حجاب
کہا صیاد کیسا باغیاں کس پر گری بکلی	چمن میں آتشِ گل نے ہمارا آتیاں پھونکا	دراغ دہلوی
کمرہ دھو کا عقیقہ غزال آنکھیں پری چہرہ	فکرم ہیرید خوشبو جس دیا زباں عسی	واجہ علی شاہ اختر
کھائیہ تبا کہ چکھ چکھ کے یا گر کے پیوں	ملے بھرا ہوا ساغر تو ڈگڈگ کا کے پیوں	شاد عظیم آبادی
گرد نہ کچھ فکرِ جامِ ساقی بہار آنے تو دو چمن میں	گلوں تلے کا رنگِ ستی ہوا اگر لگی شراب پیدا	اکبر الہ آبادی
کعبہ دیر میں ہوتی ہے پرستش کس کی	میں پرتو ایہ کوئی نام ہیں میخانوں کے	ریاض خیر آبادی
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے	مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق	اقبال
کبھی حقیقتِ منظرِ نظرِ لباسِ حجاز میں	کہ نزارو سجد تر رہے ہیں مری جبین نیاز میں	”
کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہدِ نجات کے سوا	شغلِ بیکار میں ان کی محبت کے سوا	مشرعہ دانی
کہیں اُکے مُدا میں نہ انتظارِ کالطف	کہیں قبول نہ ہو جائے التجا میری	” ”

کس طرح جوانی میں چلوں اہ یہ نا صح	یہ عمر سی ایسی ہے سمجھانی نہیں دیتا	شاعر غزل با ش
کیا سوال تو آواز باز گشت آئی	جواب مجھ سے طلب ہے ہر سوالوں کا	فانی بدایونی
کی سپرد درمیانہ اجل نے مری خاک	کس کو سونپا مجھے ظالم نے خدا کے بدلے	” ”
کس کام کی ایسی سچا جو تڑپے امیدیں دل کی	تھوڑی سی ہوتو لگی مانا کہ وہ بول کے جھوٹ گیا	آرزو بکھنوی
کس نے بھیگے ہو با لوں سے جھٹکا پاتی	جھوم کے آئی گھٹا ٹوٹ کے برس پاتی	آرزو بکھنوی
کوچہ یار میں جانے کی کبھی خونہ گئی	تھو کر میں کھا بھی نہ سمجھنے نہ سمجھنے والے	ناظر
کون دیتا ہے دُردِ ناکامی	خونِ فرما دربر سرِ خزاں	ایک ایسا شاعر
کتاب عمر ہے گویا انیس تنہائی	نظر میں قصہ ماضی حال ہوتا ہے	” ”
کار فرما ہے فقط حسن کا نیرنگ گماں	چاہے وہ شمع بنے چاہے وہ پروانہ بنے	” ”
کیا دردِ سحر اور یہ کیا لذتِصال	اس سے بھی کچھ بلند ملی ہے نظر مجھے	” ”
کہاں کامی کس کا ساتی کچھ اور برد و سنجودی کو	یہی بنا گا جام و ساغر مٹی کے گی شراب پیدا	جگر مراد آبادی
کبھی شاخ و تیرہ دیر پر کبھی غنیمتِ دکل و خار پر	میں جن میں ہے چاہا ہر مومن ہے نصیب بہار پر	” ”
جہاں بڑھ چکے ہیں کہانگ علم و فن ساتی	مگر آسودہ انسان کا تن ساتی نہ ساتی	” ”
کبھی ہو کا تو متاؤں گا تجھے راز عالم خیر و شر	کہیں چکا ہو شرق سے گئے ایزد و گئے اہرن	فراق گورکھپوری
کیونکر ہو ان تراب کے اعلانِ وقا میں	دا من تو ہے دبا ہوا خونِ شہدا میں	” ”
کچھ نہیں اختیار میں پھر بھی	ہر خط امیری ہر قصور مرا	احسان غلامی

کارواں خود ہے اپنی گرد میں گم	پاؤں کی خاک سر پہ آئی ہے	نرائن ملا
کس وجہ کون کس ہے احساں محبت	ہر درد کے آغوش میں طوفان نظر آیا	روح صدیقی
کس نے بھیجا تھا پیرا یوں کے پاس	دامنوں کے چاک پہ پہنچے گریبانوں کے پاس	” ”
کس کو معلوم ہے ہم کس شناساں ازل	کتنے ادا ہم سے گزریے تو یقین تک پہنچے	” ”
کیا کیا ہوا، ہم سے جنوں میں نہ پوچھتے	انچھے کبھی زمیں کبھی آسماں سے ہم	مجاز
کچھ کچھ کو خبر ہم کیا کیا اگر دشمن راز بھول گئے	وہ لعل بریں بھول گئے وہ دید گریاں بھول گئے	” ”
کئی بار اس کا دامن بھر دیا حسنِ دو عالم	مگر دل ہے کہ اسکی خاوریاتی نہیں جاتی	فیض احمد فیض
کتنے صدم خود ہم نے تراشے	ذوق پرستش اللہ اکبر	حبیب احمد
کیا موت بھی سیکھ لئے دلبری کے دھنگ	یہ طرز بے رخی تو اس آرام جاں کی ہے	بٹ نظر
کئے گئی کیسے گلِ نو کی زندگی یارب	کہ اس غریب کا نٹوں میں گھر بھی ہے	سلام سندیلوی
کوئی اے شکیل دیکھے جو نہیں تو کیا ہے	کہ اُسی کے ہو گئے ہم جو نہ ہو سکا ہمارا	ضکیل بدایونی
کتنی امیروں کی شمعوں میں گھری ہے زندگی	جتنی روشن ہیں لوں اتنے ہی گھر سائے ہیں	احمد ندیم قاسمی
کون تاجِ جلالت کا تمنا کا چراغ	شام سے ٹوٹ گئی آس تو پھر کیا ہوگا	شاعر مکنوی
کتنے تاباں تھے وہ لہجے پہلو میں	دو گھڑی میری بھی فردوسِ مناکذری ہے	اختر اورینوی
کل جو ذکرِ جام و مینا آگیا	میری توبہ کو پسینا آگیا	نثار اداوی
کلی کی خود ہے بہر حال سکرانے کی	وگر اس کسے ہے ہوا زمانے کی	” ”

گ

گل پھیلے ہیں روں کی طرف بلکہ شمع بھی اے خاں راند از چین کچھ تو ادھر بھی رفیع سودا
 گرمیہ شب سے سرخ ہیں آنکھیں مجھ بلاتوش کو شراب کہاں میر
 گالی سہی اداسی چین جس میں سہی یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی انشا
 گلستا میں جا کر سیراک گل کو دیکھا نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے گویا
 گیا منزل پہ راقا فلفلہ آوارہ غربت میں ہم آوازِ جرس کی طرح سے تنہا کھٹکتے ہیں شاہ ظفر
 گستاخ بہت شمع سے پڑا نہ ہوا ہے سرِ حرقۂ موت آئی ہے دیوانہ ہوا ہے آتش
 جھان نہ کیونکہ کروں تجھ پُلِ حیرانے کا جہکاکے آنکھ سب کیا ہے مسکرانے کا نظام الدین مومن
 گیسو رخ پر ہوا سے ملتے ہیں چلے اب دونوں وقت ملتے ہیں شوق بکھڑی
 گویا تھو میں جنس نہیں آنکھوں میں تو دم ہے رہنے دوا بھی ساغر و مینا مرے آگے غالب
 گیا شباب پر اتارا تعلقِ عشق دل و جگر میں تپک گاہ گاہ ہوتی ہے تپش بکھڑی
 گلے لپٹے ہیں وہ بکلی کے دُر سے الہیائے گھٹا دودن تو بر سے ریاض خیر آبادی
 گئے اس پہیلی تو احسان مانوں قفس ہے مرا آشیانہ نہیں ہے احمد سہیل
 گھٹا اٹھی سے تو بھی کھول نہ لے غریب ساقی تیرے ہو فلک سے کیوں شرمندہ ساقی مجذوب
 گلشن پر ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز کاٹھوں سے بھی نباہ کئے جارہا ہوں جگر مراد آبادی

گھٹے اگر تو بس اک مشت خاک ہے انسان
 بڑھے تو سمیت کوئیں میں سما نہ سکے
 گلوں سے کیسل ہے ہر سیم کے جھونکے
 قفس میں بیٹھا ہوا ماتھ مل رہا ہوں میں
 گھٹیاں اودی اودی میکہ بردوش فصل گل
 نہ جا لغزش تو ہے ایما نو یہ کہا لڈیا
 گل و غنچہ ایل میں ہیں ترسی گفتگو کی تسکین
 کبھی کھل کے بات کہہ لکھی کر دیا اشارا
 اگر چی حسن جل جائے نہ آ پھل تیرا
 لگ گئی آگ تو مجھ کو ہی بجھانا ہو گا
 گزاردوں تر غم میں جو عمر خضر ملے
 تیرے نہار یہ دُودن کی زندگی کیا ہے
 گھر سے چلے تھے ہم تو خوشی کی تلاش میں
 غم راہ میں کھٹے تھے ہی ساتھ ہو لئے
 گل کیا جس نے وہ تھا اور مگر
 شمع نے شکوہ ہواؤں سے کیا
 گلشن گلشن شعلہ گل کی زلف کی یا چلی
 فوجوں کی بند گراں کی جرم و سزا کی یا چلی
 گو میں نے کچھ نہیں اب تک کہا ہے
 مگر پھر بھی زمانے کو گلہ ہے
 گر گئے ہیں نگاہ سے اپنی
 جب کسی نے ہمیں سنبھالا ہے

ل

لگتی ہے تو قفلِ مینا دل کو میں
 لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیکھا لیا صاحب
 لائی جاتے قضاے چلی چلے
 لئے تو چلے ہیں حضرت دل تمہیں اس سخن میں
 لطف سے تجھ سے کیا کہوں دعا
 لاکھوں مسافر چلے ہیں منزل پہنچتے ہیں ایک
 لیریز توج تھا ایک اک خط پیمانہ
 لطف بہار کچھ نہیں گوہے ہی بہار
 لوگ تر بھی ہیں جیتے بھی ہیں بیتا بھی ہیں
 لذت کبھی تھی اب تو نصبت سی ہوئی
 لاکھ آفتاب پاس ہو کر گزر گئے
 لہو میں وئی ہے تاریخِ خلقت انسان
 لہر کے جھوم جھوم کے لاسکر کے لا

وہ دن کلیم کہ یہ شیشہ سنگ تھا
 زبا بگڑی بگڑی تھی خبر لیمے دین بگڑا
 انی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے ذوق
 ہمارے ہلو میں بیٹھ کر تم سے پہلو تھی نہ کرنا داغ
 ہائے کجخت تو نے پی سی تھیں
 اے اہلِ مآ قدر کرو نایا نہ ہو تمہا میں ہم شاد عظیم آباد
 محفل سے جو وہ اٹھ لیتے ہو انگریزی فانی تہ الیوقی
 دل کیا اچڑ گیا کہ زمانہ اچڑ گیا آرزو بکنوئی
 کون سا سحر تری چشم عنایت میں نہیں صغر گوئی
 مجھ کو گناہ کرنے کی عادت سی ہو گئی سجدہ موہانی
 بیٹھے ہم انتظارِ سحر دیکھتے رہے جگر مراد آبادی
 ابھی یہ ل ہے شالہ تہ حیات کہاں سراج بکنوئی
 پھولوں کے رس میں چاند کی کرنیں ملائے عبد الحمید عدم

<p>الحمد لله سردار جعفری جاوید شش کوثر فاروقی</p>	<p>لاتے ہیں جیسے کوہ سے چشمہ نکال کر یہ جیاتن برہنہ اسے کیا پیریں دیں کیسے کانٹوں میں تیرے آبلہ پارہتے ہیں یہ بھی احساس کمتری تو نہیں</p>	<p>لایا چلوں بچا کے حواد سے زلیبت کو لب تیغ پر لہوئے لب زخم پر تبسم لالہ و گل کے نشیمن اتر کر کبھی دیکھ لوگ میرے جنوں پہ ہنستے ہیں</p>
---	---	--

م

مسد گل منزل شبنم ہوئی دیکھ رتبہ دیدہ دیدار کا
 مردل کے نشہ کو بیوفا تو ٹکڑے ٹکڑے جو کر دیا
 میں وہ قتادہ ہوں کہ بغیر زفتا مجھے نقش قدم کی طرح نہ کوئی اٹھا سکے
 میں رونے والا جہاں سے چلا ہوں جسے ابر پر سال روتا ہے گا میری تیری
 مدعی مجھ کو کھڑے صابر کہتے ہیں چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہیں
 میں شکر کو کیا روؤں کہ اٹھ جائے تیرے برپا ہوئی اک مجھ پہ قیامت تو یہیں اور حسن دہلوی
 مت میرے رنگِ زرد کا چہرہ چاکر نوکریاں رنگ ایک سا ہمیشہ کسی کا نہیں رہا بہدانی مصحفی
 میں اپنے سوزِ دل کو بکھاؤں تو کس طرح اب تو نہیں ہے بوند بھی آنسو کی آنکھ میں شاہ ظفر
 مرنے جیا کئے لبِ جانِ بخشِ یار سے بوسے کے انتظار میں ہم جا لب ہے تاسع
 میں ریزم سے یوں تشنہ کام آؤں گر میں کی تھی تو بہ ساقی کو کیا بدلتھا غالب
 مہرِ باہو کے بلا الو مجھے چاہوں وقت میں گیا وقت نہیں ہو کہ بچھڑا بھی نہ سکوں
 میں غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو اک گونہ بنجودی مجھے ن رات چاہئے
 میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر جذبہ دل اُس پہن جا کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
 محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا اسی کو دیکھ کر جیتے نہیں کا فر پہ نکلے

موتن	آخر تو دشمنی ہے اشر کو دعا کے ساتھ	مانگا کریں گے اب تو دعا پھر یاری کی
ایس	جواب پھوٹے روتے جو تم ہنا کے چلے	مثال ماہی ہے آب موج تڑپا کی
جوتن بکھنوی	یوں زندگی ہم نے تری ڈوری میں لبر کی	مرمر کے اگر شام تو رورو کے سحر کی
شاد عظیم آبادی	یا شاید آپ ہی نے کی ہو "ہمیں نہیں"	میں نے وفور شوق میں شائد سنا نہ ہو
ریاض خیر آبادی	نخشہ نہ تو مجھے تری محبت سے دور ہے	میں نے کریم جان کے تجھ کو کئے گناہ
جلیل ملکیوری	یاد آگیا روٹھنا کسی کا	متھے پھیر کے یوں چلی جوانی
ماقبہ بکھنوی	زندگی بھر کی محبت کا صلہ دینے لگے	میں میں خال لیکر دوست کے وقت دفن
اقبال	من اپنا پرانا پانی تھا بسو میں نازی بسا	مسجد بنادی ام بھر میں یامی حرار والوں نے
اقبال	مقام بندگی دے کر نہ لو شان خداوندی	متاع بے بہا ہے درد و سوز و آرزو مند
اقبال	اب تک تو جس میں پیسے آسمان ہے	مٹی خراب ہے تیرے کو چھریں ورنہ ہم
حسرت موہانی	ہم پر ہجوم ناز و اداجھی نہ کیجئے	منظور ہے جو ترک محبت ہی آپ کو
اقبال	لب کو شرمندہ دعا نہ کریں	مل ہے گا جو ان سے ملنا ہے
صفی بکھنوی	اے نیند یوں آتی اگر انتظار چھوٹا	مری لاش کے سر لے وہ کھڑے کھم رہے
اقبال	جس سانی کی فطرت کسم میں تنگ پیدا	مذاق سر بلندی ہو تو پھر حیرم کیسے
اقبال	خیال ترک محبت تو بار بار آیا	جہاں ترک محبت نہ ایک بار ملوئی
عزیز بکھنوی	جب دل پھینکا رہے ہو کیا کرے کوئی	مانا کہ بزم حسن کے آداب ہی بہت

معصوم نظر کا کھول پناہ لگایا کھانا کیا جانے
 مرے شباب کی توبہ یہ جانے اے اعطاء
 مٹی جاتی تھی بلبل جلوہ گلہار نگیں پر
 مبارک باد اے جذبہ محبت
 مجھے دے کہ اس ناپاک دردِ سہمی میں
 ملا جو قہر تو روزِ نکاحِ جلال اور خاتیرا
 مدتوں کشمکش یاس و تمنائیں ہے
 مدتیں گزریں تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
 مرد و ستوں کو مہم ہے ہی نور و نار کی زندگی
 مٹی نہ تیری دل جل کے داغوں سے
 مری رات کیونکر کئے گی ابھی
 مایوسیوں میں دل کا وہ عالم دم و داغ
 محبت کیلئے کچھ حاصل مخصوص ہو گیا
 محبت کس قدر یاس آفریں معلوم ہوتی ہے
 میرے ہنسے پڑنا تھے مے روئے ہنسے
 میں مسکے کی راہ سے ہو کر گذر گیا

دل آئیے بنتا ہے تیر چلانا کیا جانے
 تشہ کی بات نہیں اعتبار کے قابل
 چھپا کر کس ان پر وین کی آئینہ رکھی
 افسیں اپنے پہ اب میرا گماں ہے
 بکرا جانے خود میر مذاق شعروں و سانی
 بڑھو گا حمت کا وہ قہر کہ سن ریکا جلال
 غم نے جیسے نہ دیا شوق نے مرنے نہ دیا
 یاد ہم بھول ہوں تجھے ایسا بھی نہیں
 جو ادھر چراغِ دم کی کوئی بھی کفر ہے
 چراغِ ہم نے جلنے تجھے روشنی کے لئے
 مجھے دن کو تائے نظر آئے ہیں
 بجھتے ہو چراغ کی لوجیسے تھر تھرائے
 یہ کہنہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا
 تیرے ہونٹوں کی چٹخیں نہیں خام ہوتی
 دی ننگِ تم عشوہ گراں ہے کہ جو عطا
 درخشاں حیات کا کافی طویل تھا
 آرزو بکنہی
 حقیقت جو پوری
 اختر گو نڈوی
 حکمران آبادی
 جوش
 حریف
 خرق گو کھپوری
 آواز صابری
 منظر بکنہی
 عذرا دانی
 محمود دہلوی
 چراغ حسن مشرق
 عابد علی عابد
 عدم

میں بھول جاؤں نہ مفہوم زندگی ساقی	ذرا چھلکنا ہوا سا غر شراب تو لا	عدم
منجد ہمارے تکیہ پہنچا تو بہت کی بات تھی	ساحل کے آس پاس ہی طوفان بن گئے	”
میرے خیال کی وسعت میں ہیں ہزار چین	کہاں کہاں سے نکالے گی یہ بیمار مجھے	وحشی کا پوری
مگر یہ تو جل ہوا ہے آدھی سے آدھی	سنا یہ تھا چراغ سے چراغ جلتے آئے ہیں	شاد عارفی
مرنے کی غائیں کیوں مانگوں کی غائیں کوں	یہ دنیا بویا وہ دنیا آٹ اپس دنیا کوں کرے	احسن جذبی
مقتل شوق کچھ آداب نرا ہے بہت	دل بھی قاتل کو دیا کہتے ہیں سگریلے	سردار حفصی
محب کی خیر اور بچا ہے اسی کے فیض سے	زندگیا ساقی کا مئے کا خیم کا پیمانے کا نام	فیض
مجھے کو تو خون دل ہی پینا ہے	دست ساقی میں گرہے جام تو کیا	سلام ندیلوی
متر لیں عشق کی الاماں الاماں	ہر نفس کشمکش ہر قدم استمناں	اقبال صفی پوری
میکشتی اب کی عادت سو کچھ بھی نہیں	یہ بھی اک تلخ حقیقت سو کچھ بھی نہیں	جانثار اختر
میری زندگی پہ نہ کر مجھے زندگی کا الم نہیں	جسے غم سے شیرے ہو واسطہ دہ خزان رسے نہیں	شکیل بدایونی
مرا کفر حاصل زہد مرا زہد حاصل کفر ہے	میری زندگی بگڑے وہ زندگی جو بریں بری و حرم نہیں	”
میں کوئی پتھر نہیں انسان ہوں	کیسے کہہ دوں غم سے گھبراتا نہیں	”
میں نظری رہا تھا تو یہ دل نے بد عادی	ترا انا تھ زندگی کچھ بھی جام نک نہ پہونچے	”
میر بادوں کے آق پر آپ کے وعدوں کے چاند	قدر چمکے نہیں میں جس قدر گنہائے ہیں	ندیم قاسمی
میل محل کے ابھرتی ہے جب چراغ کی لو	میں سوچا ہوں کہ ان لرزوں میں تو تو نہیں	”

میں ان میں بھی پرستار ہا ہوں اس کا	موسم گل میں چین اُڑا کو کیسے چھوڑوں	سلام چھٹی شہر
حسرت کی قسم تیری خوشی کے واسطے اکثر	سراپے شت کو آبِ واں کھنای پڑتا ہے	جلن تھ آزاد
موسم گل ہے بادل چھا کھٹک ہے ہیں پیمانے	کیسی توبہ توبہ توبہ تندر جام کرو	نثار اادی
میں بھی کس طرح ان کو بیوفا کہوں	منزلوں کی بات ہے راستے میں کیا کہوں	نشور واحدی
معتوق ہے آئینہ طلب کسے تو کیا دور	دو شہزہ انداز بہک جائے تو کیا ہو	" "
میری مژہ غم پر لڑاں ہے حقیقت سی	ان کے لب لعلیں پرافانہ چلتا ہے	" "
مردل نہ تھا صنم آشنا کتری دایہ نظر پڑی	وہ نہ جانے کونسا وقت تھا کہ بنا خون چکری	" "
ملت کی راہ و رسم محبت کے باوجود	وہ حسن آشکارا بھی ایک راز ہے	ظہیر کا شمیری
مجھے سہل گئیں منزلیں وہ ہو کر مجھ ہی بدل گئے	تراہ تھ ماتھ میں آ گیا کہ چراغ راہ میں جل گئے	عروج سلطانی پوری
میں توجہ جانوں کہ بھر دسا غریب خاص عام	یوں تو جو آیا وہی پیر نہاں بنتا گیا	" "
میر نظرین کا چہر ان کی نظریں میرا دل	مل گئے تھے رازم رازداں کل رات کو	خاں بارہ بنگوی
ملا متوں جنوں میں نہ کچھ کمی آئی	جراحتوں بڑھی زخم دل کی رغنائی	پیام فچوری
میں ان کے سامنے سے گزرتا ہوں اس لئے	ترک تعلقات کا احساس مرنے جائے	فتا نظامی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی	مجھ کو راتوں کی سیاہی ہو کچھ نہ ملا	ساحر لدھیانوی
مرا الحاد تو خیر ایک لعنت تھا سو ہے اب تک	مگر اس عالم وحشت میں کیا انوں پہ کیا گزری	" "
مجھے ستانے پہ ہوتی خوشی اُن کی	مجھے مٹانے کے مرے دشمنوں نے ماتھ ملے	عنوان ہشتی

منزلیں پاؤں کھڑتی ہیں ٹھہرنے کیلئے	شوق کھٹا ہے کہ دو چار قدم اور بھی	ساحر بکھنوی
نرہ برسا کا چاہو تو ان آنکھوں میں آنکھیں	سفیدی، سیاہی، شفق، ابریاں	نامعلوم
منزل جیسے سمجھتے تھے یارانِ قافلہ	ہونچے جو اس جگہ تو فقط سنگ میل تھا	ذکی کا کو روی
مرہم کیلئے مرہم بھی لگے مرہم کی قسم مرہم ملا	مرہم کیلئے مرہم سے لگے مرہم کی قسم مرہم نہ ملا	نامعلوم
ستھ کو رکھا جو ترے آتش رخسار پر	چین تھا دل کو جو نیند آگئی انگار پر	انیس بکھنوی

ناو کے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تیرے مرغ قبلہ نما آشیانے میں
سودا

ماز کی اس کے لب کی کیا کہئے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
میر

نہ یک شیخ اتنا کبھی وا ہی تباسی
کہاں رحمت حق کہاں بے گناہی
"

نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے
میرا صبر و قرار جاتا ہے
یک رنگ

نہ چھیرے نکلت باد ہمارے ادا لگانی
تجھے کھیل گیا سو جی ہیں ہم بن برا بیٹھے میں
انشا

تجھ حال کی جیت میں پی کر دیتے اوروں کے
پر اپنی برائیوں پہ نئی نظر تو نگاہوں کی بل
بادشاہ ظفر

ہیں قلقل عادیات ہے شیشہ دمدم ساقی
سو کو خم کو مئے کو میکہ کو مئے پرستان کو
"

نظر ملا کے کہا مجھ سے میر ساقی نے
حرام کہتے ہیں جسکو یہ وہ شراب نہیں
صغیر بلغاری

یہاں تھا دام سخت قریب آشیان کے
ارنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے
غالب

نہ پھول تھے نہ چمن تھا نہ آشیانہ تھا
چھٹے اسیر تو بد لا سوا زمانہ تھا
ستاعلی دبیر

نہ دیا ہا تجھے لذتِ آزار نے چین
دل ہوا پنج سے خالی بھی توجی بھر آیا
شعینہ

ہیں تیرا شبنم قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں، بسیر اگر بہاروں کی چٹانوں پر
اقبال

کہیں جہاں ملی جوا ملی تو کہا ملی
مرجرم خاطر اب کو ترے غفور بندہ نواز میں
"

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسمان کیلئے
جہاں، تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے
"

نہ کرتا ستم ہم درد مند و پر کہ دنیا میں	مباد ایک قلم اٹھ جائے تہذیب و فاداری	حسرت مومانی
تو در انتشار دل ہے سب دنیا و مافیہا	زمانے بھر کی آبادی، ویرانی میں گھر کی	سلیم پانی پتی
نہ آفریب کہ پروردہ فنا ہوں میں	نیا ہے برق کے ننگوں سے آتیاں صبا	فانی بدایونی
نشان منزلِ جاناں ملے نہ ملے	میر کی چیز ہے یہ ذوقِ جستجو میرا	دشت گلشنوی
نامِ منصور کا قسمت اچھا لا ورنہ	ہے یہاں کو ناسحق گو کہ سردار نہیں	آرزو بکھنوی
نیازِ عشق کو سمجھا ہے کیا دے اعطاد	ہزار دین گئے کعبے جہیں میں جہار کھدی	صغریٰ گوندوی
نگاہِ مہر سے ہے آفتابِ عالم پاک	حقیر خاک کے ذروں کو جگمگاتا جا	سراج بکھنوی
نہ ہا کوئی اداسِ حینانِ جہاں	سر زانو ہیں حسیناں جہا میرے لید	جوش ملیح آبادی
نظرِ مہر خواہ کتنی ہی خفا کی آشا بھر بھی	ہجومِ کشمکش میں آدمی گھبرائی جاتا ہے	”
ناگن کوئی بل کھاتی ہے پیہم کہ ہوا ہے	وہ رلف شکن زیر شکن کھیل رہی ہے	فراق
نیرنگ و رنگار میں کیفِ دوام دیکھ	ساقی کی سست آنکھ سے گردش میں جام دیکھ	”
نہ اسکے دامن میں الجھانے میر دامن سے یہی انگ	ہوا میر لگا رہ گیا، جوشِ تربت بجھا ہی ہے	مضطر خیر آبادی
نہ دل میں لہو ہے نہ آنکھوں میں آنسو	نعموں کی پھوڑی ہوئی آستیں ہوں	منظر بکھنوی
نادا ہسی یہ اتنے بھی نادان نہیں ہیں ہم	خود ہم نے جا جان کے کتنے فریب کھا	غندلیب شادانی
ساز و مضر تہ جام و ساقی نہ بہا چن باقی	نگاہِ شمعِ سحر کے پردہ پہ نقشہِ سخن ہے باقی	اختر شیرانی
نہ چل کھلے ہیں نہ مان ملے نہ سے پی ہے	عجیب نگے ایک بہار گزری ہے	فیض احمد فیض

نہ فامری نہ بقاری مجھے اکیلے نہ ڈھونڈتے
 نئی صبح پر نظر ہے مگر آہ یہ بھی دے
 نہ کر خدا کے لئے بار بار ذکر بہشت
 نہ پوچھو کیا گذرتی ہے ل خود دایر پر اکثر
 نشاط گری محفل تھی جس کی تابانی
 نہیں سن اب سماع فانوس خانہ
 تا خدا موجوں کی اس نرم خراپی پہ نہ جا
 نفس تو یہاں جنتوں کی بارش ہے
 نئی بہار بنے اک نیا چمن کھل جائے
 نہیں کچھ اور تو ممکن تھی خودی پھر بھی
 نظر سے نظر کی لڑی جب نظر
 نہ جابر کی چٹنگ تھی یا شر کی لپک

کسی کا خیال ہو مر اکوئی وجود نہیں
 یہ سحر بھی فتنہ رفتہ کہیں شام تک پہنچے
 ہم آسمان کا مکرر فریب کیوں کھائیں
 کسی نے کو جب میرا کہنا ہی پڑتا ہے
 اسی چراغ سے کیوں انجن میں آگ لگی
 یہ گیسو بکھرتے ہیں شانہ بہ شانہ
 یہی موجیں تو بدل جاتی طوفانوں میں
 ہے بد نصیب زندگی نہ اس آئی
 سمجھ سکے کوئی مطلب اگر اشاروں کا
 ہے کوئی بات کہ جیتا ہے آدمی پھر بھی
 نظر نے نظر کو یا دل نذر
 ذرا جو آنکھ جھپک کر کھلی شباب تھا

شکیل بد الوافی
 " "

ندیم قاسمی
 جلن ناتھ آزاد
 ادیب سہارنپوری

تشوہ واحدی
 افسر مکتوی

پیام مکتوی
 شبنم آزاد

مسکین احمد
 نامعلوم

انیس

و

والے نادانی کہ دقتِ مرگ یہ ثابت ہوا خواب تھا جو کچھ دیکھا جو سنا افسانہ تھا خواجہ میر درد
 وہ کیا چیز ہے آہ جس کے لئے ہر اک چیز سے دل اٹکھا کر چلے میر
 وہ آئے نرم ہیں اتنا تو میر نے دیکھا پھر اسکے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی
 وصل میں بھی نہیں مجالِ سخن اس رسائی پہ نارسا ہیں ہم منور خاں غافل
 وہ نہیں ہو کہ رکھائی جو کل جاؤں گا آج جانا تھا تو صفہ تری کل جاؤں گا آتش
 وہ کہہ گئے تھے کہ آئیں گے ہم چراغِ جلے تمام ارات چراغوں سے اپنے داغِ جلے ناسخ
 وہ آئیں گھر میں ہمار خدا کی قدرت سے کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں غالب
 واعظانہ تم پیو نہ کسی کو پلاسکو کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی
 دستِ جنوں کے چلیے صفے کہ چین سے پھیلا پاؤں ہم نے گریبانِ چاک میں مومن
 وہ آئے ہیں پشیمان لاش پر اب تجھے لے زندگی لاؤں کہاں سے
 وہ شیفتہ کہ مصوم تھی حقیر کے زہد کی میں کیا کہوں رات مجھے کس گھر ملے شیفتہ
 واہ کیا اس جگہ کا شوخ ہے رنگِ بدن جامہ آبی اگر پہنا گلابی ہو گیا اسیرِ بکنہوی
 وہ بھی آنے کو ہیں قیامت بھی دیکھے کون پیشتر آئے جلیل الکپوری

<p>اقبال سہا اکبر آبادی چلبست اصغر گوندوی شفیق مخدوب حفیظ جالندہر آنند نرائن ملہا شرکت بگلری منظر لکھنوی فیض احمد فیض شکیل بدایونی شمیم کرمانی نشور واحدی حماد یارہ نیکو ساحر لدھیانوی</p>	<p>دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقیقی بھی چھوڑ دے مرگشتی بھی اک موج روا معلوم ہوتی ہے انہیں کیونکہ سادیا کہ نرنگ کا نشانہ ہیں سو حسن کروں سدا ایک ایک تمنا سے جو وقت ساتھ رہا ہی جو وقت پر سخت گیر بھی ہے کہ دل چرانے کا ان پر گمان نہیں ہوتا مرنے لوں میں نگ بھر دے لہو کو شراب کر دے ہیں گناہ بھی کرنے کو زندگی کم ہے میسر بننے کو تا سحر تکیہ پر سر رکھنا وہ دنیا چار دن بھی رہنے کے قابل نہ تھی تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے میں سکون دل کی جا کوئی دھونڈھوں سہا جو سطح بحر پر دو چار ہاتھ مار آئے وہ زندہ تر ہے جو طوفان میں ٹھیرنا جائے دریہ ہیں لب دعا کی فحمت با جوانی جہاں صبح کے دامن پہ شام ہے ساتھی</p>	<p>واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد وہ شدتِ لاطم کی لاج کچھ ہے دریا وہ میں جنکا تھا دید کہ لبزِ عرش پہ نام تھا وہ عشق کی عظمت سے شاید تہیں واقف ہیں وہ حقیقت سے باخبر ہے وہی علمِ زندگی ہے وہ سب کے سامنے اس دگی سے بیٹھے ہیں وہ سرخوشی کے زندگی کو شباب بہرِ یاب کر دے وہ کون ہیں جنہیں تو یہ کی مل گئی فرصت وہ کیا جا بھلا ہوتی ہے عیش کی باتیں وہ تو کھئے آپ کی الفت میں دل بہلا رہا وہیراں، میکہ خم و ساغر اداں ہیں وہ اگر برائے نہیں تو جہانِ رنگ و بو میں وہ تو بحر کی باتیں سنا رہے ہیں مجھے وہ زندہ ہے جو بے سوج و وقت کی روی وہ کی شب خوش فضا میں دلچسپ رہے آئیں وہ ہمیں آگیا ہو چاک کرنے پر وہ شب کو</p>
--	---	---

<p>کوثر جاسی جاء کمال راہی حیات بکنوی</p>	<p>تمام سوزش تفصیل واقعات گئی راہ و رسم دلِ ناکام سے ڈرتا ہے بہار کا لطف ہم پوچھو کہ ہم افسوس ہے ہیں</p>	<p>دعویٰ غم پیری ان کا اہم سکوت نامِ خلش وہ کیا نہیں نہیں خیر کیا جو کُن میں ہے</p>
---	--	---

۷

یاں کی سقیدیا میں ہم کو خل جو سواتنا ہے
یوسف نہیں جو ہاتھ لگے چند درم میں
یہ اندر سے اسکی عالم جس نے دیکھا ہوا وہ دم
یاران تیز گام نے منزل کو جالیا
یہ سن کے نصف شب کو درمیکہ کھلا
یہ مسجد ہے یہ منجانبہ تعجب اس پہ آتا ہے
یقین حکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
یہ ہیکل راہیہ تھنڈا سماں یہ کیف بہار
یوں کئی کئی طرح جب مری زندگی کی رات
یہ شمع گل لاکر قریب آئیاں رکھ دی
یہ حیات عالم خواب ہے گناہ ہے نہ ثواب ہے
یوں سکرانے جاسی کلیوں میں پر گئی
یہ عشق نے دیکھا ہے یہ عقل سے پنہاں ہے
یہاں کو تا ہی دوقبل ہے خود گرفتاری

راکو صبح کیا صبح کو جوں توں شام کیا
قیمت جو عالم کی ہے بیعنا ہے اس کا
نیا تیغ قضا میرا لقب ہے قال کی آئیں کا
ہم محونا لہ جس کا رواں ہے
مانگتا ہے اک بزرگ تہجد گزار نے
جناں شمع کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی
جہاد زندگانی میں ہیں میروں کی کشمیری
یہ کوئی وقت ہے پہلو سے اٹھ کے جانے کا
چھیر کے داستانِ غم دل نے مجھے سلا دیا
کہ میں نے شاخِ گل بوی میں نوں زبا رکھ دی
وہی غمزدی میں خراب ہے جسے علم از جہاں نہیں
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا
قطرہ میں سمندرِ درہ میں بیاباں ہے
جہاں بازو سٹپتے ہیں یہیں صیاد ہوتا ہے

میر
آتش
ناستخ

حاتی
رہن خیر آبادی
سائل دہلوی
اقبال لاہوری
دلِ نیم چین تھا
نیہ جہاں پوری
سلیم و حیدر الدین
سینا اکبر آبادی
چلبست

صخر گوندوی
" "
" "

یہ وقت کا انتقام بھی ہے یہ زندگی کا پیام بھی ہے
 یوں زندگی گزار رہا ہوں تم سے بغیر
 یہی تو ہیں دستوں حکم انہی پہ قائم ہے نظم عالم
 یہاں آویزش ہی ٹھہری تو ذرے چھوڑ کر
 یہ انسان نادیدہ الفت کا مارا
 یہ بھی ہے خیال ستانے کے ساتھ ساتھ
 کیس کے آستان پر مجھ کو ذوق سجھایا
 یہی شے ہے کہ ابھری جو میں بندہ شوق
 یہی ہے مطلع موزوں یہی ہے جان غزل
 یہی فطرت شوق کہ صورت تری نہیں دیکھی
 یادِ ماضی عذاب ہے یا رب
 یہاں تورات کی بیداریاں مسلم ہیں
 یہ نگہ ہمارا ہے کیوں نہ کر ہے تجھ کو اے ساقی
 جیت کر گس کی کلیا کیا جائے کیسے کھلتی ہیں
 یہ ہر وہ ماہ و کو اکب کی تہم لامحدود
 یہ وہ منزل ہے کہ الیاں بھی گم خاطر بھی گم
 کہ آج خسر کے سر کی ٹوپی کا وہ زور ہو گئی ہے شفیق
 جیسے کوئی گناہ گئے جارہا ہوں میں جگر
 یہی تو ہے زلزلہ آدم نگاہ میری ثواب تیرا جوش
 آدمی خور تیرے دست و گیریاں کیوں نہ ہوں
 خدا جانے کس کس کو بے حدہ کر رکھا
 ہم بھی بدل رہے ہیں زمانے کے ساتھ ساتھ
 کہ آج اپنی جیل اپنی جیل میں معلوم ہوتی ہے حسرت
 یہی بت دن آجائیں خدا ہوتے ہیں عابد
 مری جمال طرازی تمہاری سیم تنی عرش ملیانی
 مگر جیس تری تعظیم کے لئے خم ہے نشتر
 چھین لے مجھ سے حافظہ میرا اختر انصاری
 مگر وہاں جیس انکھڑیوں میں خواب نہیں مجاز
 محفل تو سونی نہ ہو چھوٹے بھی گئے آگے گئے
 جو کھلتی ہیں جونسٹی ہیں ادھر بھی ہیں بہاؤ میں خدایا
 صلائے دعوت پر وازہ ہے بشر کے لئے حبیب احمد صدیقی
 ملے آوارگی شوق کہ ہر سے گزے تاباں

یہ فکر ہے کہ ان آسوں کی دھوکوں میں
 یہ سب دستِ شبِ بھر کی سحر تو ہوئی
 نہیں اور اسکی یہ سستی نہ مری نہیں تری نہیں
 نیلِ الوں کو چھو اسکو دل دے سمجھے ہیں
 یقین عشق نہیں اعتبارِ حسن نہیں
 یادِ ماضی غمِ امروز امیدِ فردا
 یہ رات یہ سیکراں اندھیرے
 یادش بخیر تھا کبھی دوش پر آفتاب
 یونہی نالوں کے شہروں میں ملا اپنا وجود
 جس خود فردش عجیب جس ہے حسن
 یاد رکھو تو دل کے پاس ہیں ہم
 یہ بیکشتان یہ ستارے یہ چاندنی یہ بیمار
 یہ نظمِ عالم کہ در کس عبرتِ صبحِ عشرتِ شام غم ہے
 یاد آئے ہیں اُف گتہ کیا کیا
 یہاں ہے جستجو منزل کی بیکار

تری خود کو کبھی نہیں آگئی تو کیا ہوگا
 مگر شفق میں مرا خونِ آرزو تو نہیں
 مگر ان کبھی ہے ضد میں ترا وطن یہ مراد وطن
 بگڑا آئی ہو زلفیں کسی کی یا سنوار آئی
 یہ وہم کیا مے دل میں سکا جاتے ہیں
 کتنے سائے مے ہمراہ چلا کرتے ہیں
 اک دل کا چراغ جل رہا ہے
 وہ دل جو ایک قطرہ شبنم ہے ان دنوں
 کسی نے نہ میں ان کبھول کھلا ہو جیسے
 وہ بگٹے جو اس کے خریدار ہو گئے
 بھول جاؤ تو فاصلہ ہے بہت
 نگاہ میں نہ اٹھاؤں تو سب کے سب بیکار
 چراغ جلے تھے جن دم وہ دروئی ترک کرے
 ماتھ اٹھائے ہیں جب دعا کے لئے
 یہاں منزل نہیں ہے راستہ ہے

احسانِ دانش
 احمد ندیم قاسمی
 آزاد

نثار احمد نثار آبادی

راز مراد آبادی

شمیم کرمانی

ظہیر کا شیمری

خیار بہ نکلوی

راکل بکنوی

حسن بریلوی

محمود یاز آبادی

عتیق احمد عتیق

جعفر حیات بکنوی

ذکی کا کوری